

کیسان سے روایت کی اس نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ جس نے رکعت نماز پڑھی اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی پس اس نے نماز نہ پڑھی مگر جب کہ امام کے پیچھے ہو اور عبد اللہ بن مقسم سے ہے کہ اس نے عبد اللہ بن عمر اور زید بن ثابت اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے امام کے پیچھے قرأت کا پوچھا ان سب حضرات نے فرمایا کہ نمازوں میں کسی نماز میں مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔ اسے امام طحاوی نے روایت کیا اور سند اس کی صحیح ہے اور نیز زید بن ثابت کا فتویٰ صحیح مسلم کے باب سجود التلاوة میں موجود ہے اور ان کے موافق ہی ابن مسعود اور ابن عباس اور ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فتویٰ ہے اور ابو اکل سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: قرأت سننے کے لیے خاموش رہے بے شک نماز میں توجہ چاہیے اور امام کی قرأت تجھے کافی ہے اور ابو جمرہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ امام کے پیچھے قرأت کر لیا کروں فرمایا نہ کیا کرو۔

ہدایہ کی شرح فتح القدیر ج ۱ ص ۲۳۸ پر ہے کہ:

”رَوَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ عَشْرَةَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَوْنَ الْفِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ أَشَدَّ النَّهْيِ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ“۔

”عبد اللہ ابن زید اپنے باپ زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے دس حضرات امام کے

پیچھے قرأت کرنے کو منع فرماتے تھے حضرت ابو بکر صدیق اور عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان اور علی بن ابی طالب اور عبد الرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص اور عبد اللہ بن مسعود اور زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سختی سے منع کرتے تھے۔“

مخفی نہ رہے کہ یہاں صرف ان حضرات کے آثار پیش کرنا یہ مقصود تھا ان حضرات سے منسوبہ آثار کو وہابی صاحب نے اپنے موقف پر بطور دلیل پیش کیا ہے ورنہ دیگر صحابہ کرام سے بھی امام کے پیچھے قرأت کے منع پر بہت اقوال ملتے ہیں پھر جن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آثار امام کے پیچھے قرأت کی منع پر اوپر بیان کیے گئے ہیں ان میں سے بعض امام کے پیچھے قرأت کے عدم جواز پر واردہ احادیث کے بھی راوی ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت جابر بن عبد اللہؓ ابو ہریرہؓ حضرت عائشہؓ حضرت انسؓ حضرت ابو درداءؓ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اب جب ان حضرات کا عمل و قول ان سے مروی امام کے پیچھے قرأت کے عدم جواز پر احادیث کے مطابق ہے تو ترجیح ازروئے انصاف و اصول انہیں ہونی چاہیے۔

اسی جگہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دو طرح کے آثار امام کے پیچھے قرأت کے ثبوت اور منع پر آنے کی کیا وجہ ہے اس کا جواب ہے کہ اگر امام کے پیچھے قرأت کے ثبوت پر بعض آثار صحیح ہوں تو اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

ثبوت کے اقوال منع سے پہلے ہوں پھر ان حضرات نے امام کے پیچھے قرأت کے منع کی طرف رجوع کر لیا۔

دوم امام کے پیچھے قرأت کے ثبوت پر آثار نسخ کا علم ہونے سے پہلے ہوں۔

یہاں تک بحمد اللہ تعالیٰ باب قرأت خلف الامام کی بحث پوری ہوئی اب جاء الحق سے پانچواں باب آئین آہستہ کہنے کے ثبوت میں شروع ہوتا ہے۔ حکیم الامت



مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس باب کے آغاز میں فرماتے ہیں کہ۔ احناف کے نزدیک ہر نمازی خواہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا اور نماز جہری ہو یا سری آمین آہستہ کہے مگر غیر مقلد وہابیوں کے نزدیک جہری نماز میں امام و مقتدی بلند آواز سے چیخ کر آمین کہیں، اس باب کی بھی دو تفصیلات کی جاتی ہیں پہلی فصل میں ہمارے دلائل دوسری فصل میں وہابیوں کے اعتراضات مع جوابات پہلی فصل آہستہ آمین کہنا حکم خدا اور رسول کے موافق ہے چیخ کر آمین کہنا قرآن کریم کے بھی خلاف ہے اور حدیث و سنت کے بھی مخالف۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

أَذْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً۔ اپنے رب سے دعا مانگو عاجزی سے اور آہستہ۔ آمین بھی دعا ہے لہذا یہ بھی آہستہ کہنی چاہیے رب فرماتا ہے۔ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ۔ اے محبوب! جب لوگ آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں بہت نزدیک ہوں مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جو مجھ سے دعا کرتا ہے۔ اس پر وہابی کا پہلا اعتراض۔ اگر آیات کا وہی مفہوم ہے جو مفتی صاحب اور عام خفی علماء بیان کرتے ہیں تو نماز کے بعد اور چلے جلوس میں یہ بدعتی لوگ ہاتھ اٹھا کر بلند آواز سے دعا کرتے ہیں اور حاضرین آمین آمین کہتے ہیں بلکہ مساجد میں بدعتی ورد و وظائف پتیکر میں کیے جاتے ہیں جن سے اہل محلہ کا چہن بھی حرام ہوتا ہے یہ قرآن کے مخالف ہیں جس سے بریلوی حضرات تابع ہونے کو قطعاً تیار نہیں ہیں۔ (نام نہاد دین الحق ص ۳۲۵)

النجواب بعون اللہ الوہاب وهو موفق بالصواب۔ اولاً: نیک مقاصد مسلمانوں کے اجتماعات اور نماز کے بعد حسب ضرورت کی حاضرین سن سکیں ہاتھ اٹھا کر بلند دعا کرنا بدعت نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی سنت ہے ملاحظہ ہو۔

دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا سنت ہے

حدیث اول: صحیح البخاری ج ۲ باب رفع الایدی فی الدعاء۔ میں کہ: وَقَالَ أَبُو

مُسْلِمٌ دَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ وَزَانَتْ يَسَاحُ رَابِعَةً۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی پھر ہاتھوں کو اس قدر بلند کیا کہ میں نے آپ کی بغلوں کی روشنی دیکھ لی۔ اس باب کی حدیث دوم اور سوم میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا میں ہاتھ مبارک اٹھانا ثابت ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس مضمون پر باب باندھنا اور اس کا نام باب رفع الایدی فی الدعاء رکھنا ثابت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک دعا میں ہاتھ اٹھانا مستنون ہے مگر وہابی جی کی ہٹ دھرمی و جہالت دیکھو کہ ہاتھ اٹھا کر بلند دعا کو بدعت کہہ رہا ہے حالانکہ بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہاتھ اٹھا کر باواز بلند بکثرت اذکار و دعائیں منقول ہیں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اذکار و دعائیں بلند نہ پڑھتے تو صحابہ کو کیسے معلوم ہوتا وہ انہیں کیسے معمول بناتے اور کیسے روایت کرتے نیز خود غیر مقلد صاحب نے ابوداؤد شریف سے ابوزہر النیر کی روایت کو لکھا ہے کہ۔ آمین مثل مہر کے ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دعا آمین پر ختم ہو وہ قبول ہوتی ہے تو سامعین کو آمین کے محل کا تب ہی پتہ چلے گا اور آمین کہیں گے جب کہ دعا باواز بلند کی جائے اور نماز میں چیخ کر آمین کہنے کی حاجت نہیں کیونکہ مقتدیوں کو اس کا محل امام کے وَلَا الضَّالِّينَ پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں بھی ارشاد ہے کہ جب امام وَلَا الضَّالِّينَ کہے تم آمین کہو۔

حضور ﷺ نے دعا میں اس قدر ہاتھ اٹھائے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے

لگی

حدیث چہارم: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ حَتَّى يُسْمِعَ يَسَاحُ رَابِعَةً۔ مسلم ج ۱ ص ۲۹۳ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ نے دعا میں ہاتھ مبارک اٹھائے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی روشنی دکھائی دی۔



حدیث چشم: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا مَدَّ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يَزِدْهُمَا حَتَّى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ. (مسند رک ج ۱ ص ۵۳۶)

عبداللہ بن عمر اپنے پدر گرامی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دُعا میں ہاتھ اٹھاتے تو نیچے نہ لوثاتے جب تک ان کو اپنے چہرہ مبارک پر پھیر نہ لیتے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُمت کے فکر نے رولا دیا

حدیث چشم: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْكَعْبِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ أَمْنِيْ أَمْنِيْ وَيَكْفِي فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا جَبْرِيلُ أَذْهَبَ إِلَى مُحَمَّدٍ وَأَسْأَلُهُ مَا بَيْنَكَ وَهُوَ أَعْلَمُ فَاتَى جَبْرِيلُ وَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ وَهُوَ أَعْلَمُ فَقَالَ اللَّهُ يَا جَبْرِيلُ أَذْهَبَ إِلَى مُحَمَّدٍ وَقُلْ لَهُ إِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي أَمْرِكَ وَلَا نَسْؤُكَ۔

”خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۳۔ تفسیر خازن ج ۷ ص ۲۵۸ تفسیر معالم التزیل مع الخازن ج ۱ ص ۱۰۰۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ مبارک اٹھائے اور دُعا کی کہ اے پروردگار! میری اُمت میری اُمت اور گریہ کی تو اللہ عزوجل نے فرمایا: اے جبریل! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ رونے کا کیا سبب ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے جبریل آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی حضور رونے کا کیا سبب ہے تو آپ نے اسے اپنا مقصود بیان کیا حضرت جبریل نے وہی اللہ سے بیان کیا حالانکہ وہ خوب جانتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! جاؤ اور میرے محبوب سے کہو کہ عنقریب ہم آپ کو آپ کی اُمت کے بارے میں خوش کر دیں

گئے۔ اور آپ کو رنج نہیں دیں گے۔“

جب دُعا سے فارغ ہو تو ہاتھ چہرہ پر ملو

حدیث چشم: وَعَنْ مَالِكِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَاسْأَلُوهُ بِطُحُونِكُمْ وَلَا تَسْأَلُوهُ بِظُهُورِكُمْ فِي رَوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَأَلُوا اللَّهَ بِطُحُونِكُمْ وَلَا تَسْأَلُوهُ بِظُهُورِكُمْ إِذَا فَرَعْتُمْ فَاْمَسَحُوا بِهَا وَجُوهَكُمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۹۵)

”حضرت مالک بن یسار سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم اللہ سے دُعا کرو تو ہتھیلیوں سے کرو اور اس کی پشتوں سے نہ کرو اور ابن عباس کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: اللہ سے سیدھی ہتھیلیوں سے دُعا مانگو اور ان کی پشتوں سے دُعا نہ مانگو پھر جب دُعا سے فارغ ہو تو ان کو اپنے چہروں پر پھیرو۔“

اللہ تعالیٰ خالی ہاتھ موڑنے سے شرم کرتا ہے

حدیث چشم: وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَبَّكُمْ حَسْبُ كَرِيمٍ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ يَبْرُكُهُمَا صَفْرًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ وَابْنُ مَعِينٍ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۹۵)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارا رب حیاء والا کریم ہے وہ اپنے بندے سے حیاء کرتا ہے کہ جب بندہ دُعا کو ہاتھ اٹھائے انہیں خالی لوثائے اس کے ثبوت پر کہ ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا مستحسن ہے۔ احادیث کثیرہ وارد ہیں۔

ثانیاً: وہابی جی کا کہنا ہے کہ مساجد میں بدعتی ورد و وظائف پتیکر میں کیے جاتے ہیں جن سے محلہ والوں کا چین حرام ہوتا ہے یہ قرآن کے مخالف ہے جس سے بریلوی حضرات تابع ہونے کو تیار نہیں ہیں۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: قَدْ اَقَالَ اِيَّاكَ نَعْبُدُكَ وَنَسْتَعِينُكَ هَذَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ اور جب نمازی اِیَّاكَ نَعْبُدُكَ وَنَسْتَعِينُكَ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرا بندہ جو مانگتا ہے وہ اسے ملے گا۔ (نام نہاد دین الحق ص ۳۲۶)

وہابی صاحب کا اصل مقصد یہ ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ آمین دُعا ہے اور دُعا میں اصل پوشیدگی ہے تو سورۃ فاتحہ بھی تو دُعا ہے اگر دُعا میں آپ کے نزدیک اصل پوشیدگی ہے تو پھر حنفی امام جہری نمازوں میں اسے جہر کیوں پڑھتے ہیں۔

اعتراض کا جواب ملاحظہ ہو اذلاً امام نماز میں سورۃ فاتحہ بیت قرأت پڑھتا ہے اور اس لیے اسے قرأت کے احکام کو ملحوظ رکھنا ہوتا ہے اور قرأت کے احکام سے ہے کہ جہری نمازوں میں امام پر واجب ہے کہ اونچی آواز سے قرأت کرے مگر وہابی صاحب اس قدر عقل سے عاری ہے کہ اس فرق کو نہیں سمجھا۔

ثانیاً: حالت نماز اور عام حالت میں شرع مطہرہ نے فرق رکھا ہے نماز میں شرماء جس چیز کا بلند کہنا مسنون یا واجب ہے اُسے بلند کہنا چاہیے اور جس کا آہستہ کہنا فرمایا اس کو آہستہ کہنا چاہیے جب کہ عام حالت میں ذکر و اذکار اور تلاوت دن ہو یا رات سب کو بلند و آہستہ پڑھنے کا اختیار ہے لہذا وہابی صاحب کا سورۃ فاتحہ کو آمین پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کیوں کہ سورۃ فاتحہ کا امام پر جہری نمازوں میں جہراً پڑھنا واجب ہے جب کہ آمین کا نماز میں آہستہ کہنا مسنون ہے۔ اب جاء الحق سے آہستہ آمین کے ثبوت پر حدیث نمبر ۸۲۱ ملاحظہ ہو۔

جس کے آمین فرشتوں کے موافق ہوئی اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے

بخاری، مسلم، احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آمَنَ الْإِسْلَامَ فَأَيُّهُمَا قَبْلَهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينِ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔ فرمایا: نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سے وجہ استدلال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہ کی معافی اس نمازی کے لیے ہے جس کی آمین فرشتوں کی آمین کی طرح ہو اور ظاہر ہے کہ فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں ہم نے ان کی آمین آج تک نہ سنی تو چاہیے کہ ہماری آمین بھی آہستہ ہوتا کہ فرشتوں کی موافقت ہو اور گناہوں کی معافی ہو جو وہابی جج کر آمین کہتے ہیں وہ جیسے مسجد میں آتے ہیں ویسے ہی جاتے ہیں ان کے گناہوں کی معافی نہیں ہوتی کیونکہ وہ فرشتوں کی آمین کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس پر

### وہابی کا پہلا اعتراض

یہ مفتی صاحب کی سینہ زوری ہے یا موضوع روایات میں ایک مزید من گھڑت روایت کا اضافہ کرنا مقصود ہے کہ فرشتے آمین آہستہ کہتے ہیں۔

(نام نہاد دین الحق ص ۳۱۲)

الجواب: کسی حدیث کا مفاد بیان کرنے یا اس سے مسئلہ استخراج کرنے سے حدیث گھڑنا لازم نہیں آتا اگر بقول وہابی اس سے حدیث گھڑنا لازم آئے تو جن محدثین و فقہاء نے احادیث سے مسائل کا استخراج و استنباط کیا وہ سب معاذ اللہ مجرم ٹھہریں گے بلکہ خود وہابی بھی نہ بچ سکیں گے۔

### وہابی کا دوسرا اعتراض

یہ اعتراض کے ہم نے آج تک ملائکہ کی آمین نہیں سنی یہ اعتراض دراصل منکرین حدیث سے اوجھار لیا گیا کیونکہ اس طرح کی اوٹ پٹانگ فقہانیت ان لوگوں کی ہی ہوتی ہے کہ عذاب قبر نہیں ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ قبر کو اکھاڑ کر دیکھ لیں کوئی آگ وغیرہ نہیں ہوتی اور نہ ہی ایک مسلمان کی قبر ستر ہاتھ کشادہ ہوتی ہے بلکہ جس طرح ایک کافر کی لاش مٹی میں مل جاتی ہے اس طرح ایک مسلمان کی بھی! بلکہ مفتی صاحب کے اس اصول کی بناء پر کوئی کافر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کرانا کاتبین اور نماز



کے وقت ملائکہ کے نزول والی روایات کو پیش کر کے انکار کر جائے اور دلیل یہ دے کہ ان کا وجود ہم نے اپنے کندھوں پر نہ پایا ہے اور نہ ہی آج تک حس محسوس کی ہے لہذا یہ روایات نعوذ باللہ وضعی ہیں تو جس دلیل سے ایک کافر اور بت پرست کو مطمئن کیا جاسکتا وہی دلیل ہماری طرف سے مفتی صاحب کے مذکورہ دھکولے کی کر لیجئے گا۔

(۴۱ نہاد دین الحق ص ۲۱۳)

الجواب: حقیقت میں وہابی جی کو الزام تراشی کرتے اور جھوٹ بولتے ذرا شرم نہیں آتی ورنہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کو اور منکرین حدیث کے عذاب قبر سے انکار کو آپس میں کیا مناسبت کیوں کہ مفتی صاحب تو فرشتوں کے آمین کہنے کو مان کر استدلال کر رہے ہیں وہ آمین اور فرشتوں کے وجود کا انکار تو نہیں کرتے بلکہ وہ تو فرماتے ہیں کہ فرشتے آمین ضرور کہتے ہیں مگر آہستہ کہتے ہیں لہذا آہستہ آمین کہنا فرشتوں کی آمین کے موافق ہے تو یہ حدیث کو ماننا ہوا انکار نہ ہوا تو پھر منکرین حدیث کے ساتھ اس کو مشابہت کیسے ہو سکتی ہے۔

### منکرین حدیث کو انکار کا موقع نجدیوں نے دیا

ثانیاً: بلکہ منکرین حدیث کو انکار حدیث کا موقع نجدیوں نے دیا ہے کیوں کہ انہوں نے نبیوں اور ولیوں کے متعلق کہا کہ وہ محاذ اللہ مرکز میں مل گئے ہیں حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيَّ الْأَرْضَ أَنْ تَسْكُنَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسم کا کھانا حرام فرمادیا ہے نجدیوں نے حدیث کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ نبی ولی سب مرکز میں مل جاتے ہیں لہذا ان کی پیروی میں منکرین حدیث نے عذاب قبر کا انکار کر دیا عذاب تو جسم مع الروح کو ہوتا ہے۔ نیز نجدیوں نے احادیث مبارکہ کو ضعیف ضعیف کہہ کر انکار کیا اور منکرین حدیث نے موقع پا کر سرے سے ہی انکار کر دیا۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ انکار حدیث کا دروازہ کھولنے والے اصل میں نجدی ہی ہیں۔

### وہابی صاحب تیسرے اعتراض کے تحت لکھتے ہیں:

الزامی جواب کے علاوہ حسب ذیل حدیث بھی مفتی صاحب کے دعویٰ کی تردید کے لیے کافی ہے: إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِينَ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ آمِينَ - جب تم سے کوئی آمین کہتا ہے تو فرشتے آسمان پر آمین کہتے ہیں سوال یہ ہے کہ جب ہم ملائکہ کی عام گفتگو کو نہیں سن سکتے تو آمین جو کہ آسمان پر کہتے ہیں کیونکر ہم سن سکتے ہیں کیا آسمان والوں کی آواز دُنیا میں رہنے والے سنتے ہیں۔ (۴۱ نہاد دین الحق ص ۲۱۳)

الجواب اولاً: حدیث سے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دعویٰ کی تردید تو تب لازم آئے جب مفتی صاحب نے دعویٰ کیا ہو کہ آسمان کے فرشتے آمین نہیں کہتے صرف زمین کے کہتے ہیں یا حدیث شریف میں زمین کے فرشتوں کے آمین کہنے کی نفی آئی ہو۔

ثانیاً: آپ کسی ایک حدیث سے ہی ثابت کر دیں کہ آسمان پر فرشتے بلند آواز سے آمین کہتے ہیں مگر ہم دوری کے سبب نہیں سنتے؟

### غیر مقلد کا چوتھا اعتراض

رہا یہ اعتراض کہ وقت میں موافقت نہیں بلکہ طریقہ ادا میں موافقت ہے تو یہ آنجناب کے اکابر کی تصریحات کے ہی خلاف ہے چنانچہ علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں: إِنَّ الْمُرَادَ الْمُوَافِقَةَ لِلْمَلَائِكَةِ فِي وَقْتِ التَّأْمِينِ - فتویٰ شامی ملائکہ موافقت سے مراد وقت کی موافقت ہے۔ (۴۱ نہاد دین الحق ص ۲۱۳)

### غیر مقلد کی خیانت

الجواب اولاً: وہابی صاحب نے فتاویٰ شامی کی عبارت پیش کرنے میں اس انداز سے خیانت کی کہ اہل کتاب کو بھی پیچھے چھوڑ گئے کہ حنفی فقہاء کی تصریحات ہیں حالانکہ شامی سے جو قول اس نے پیش کیا وہ احناف کا نہیں بلکہ علامہ ابو ذر کریم بن شرف نووی شارح مسلم کا ہے دوم صاحب فتاویٰ شامی علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ



نے اس پر اپنی رائے قائم نہیں کی صرف ملائکہ کی آمین کی مراد بیان کرنے پر دو قول بیان کیے ہیں جن میں سے وہابی صاحب نے اپنے مقصد کے حصول کو صرف مذکورہ ایک قول لکھ دیا دوسرا خلاف مقصد جان کر چھوڑ دیا نیز وہابی جی نے علامہ نووی کا ذکر عبارت کی ابتداء میں چھوڑ دیا تاکہ مذکورہ قول کو احناف کے کھاتے ڈال کر مفتی صاحب پر الزام دے سکے کہ اس نے اپنے احناف کی تصریحات کا خلاف کیا۔ مناسب ہے کہ یہاں فتاویٰ شامی کی پوری عبارت لکھ دوں تاکہ خود قارئین وہابی کی خیانت ملاحظہ کر سکیں۔

وَفِي شَرْحِ مُسْلِمٍ لِلنَّوَوِيِّ الصَّحِيحِ الصَّوَابُ إِنَّ مُرَادَ الْمُوَافِقَةِ لِلْمَلَائِكَةِ فِي قَوْلِ الْآمِينَ وَقِيلَ فِي الصَّلَاةِ وَالْخُشُوعِ وَالْإِخْلَاصِ۔ (شامی ج ۱ ص ۳۳۱)

”اور شرح مسلم نووی میں ہے کہ صحیح اور درست یہ ہے کہ مراد فرشتوں کی موافقت سے وقت میں موافقت ہے اور کہا گیا ہے کہ مراد موافقت سے صفت اور خشوع اور اخلاص میں ہے۔“

ثانیاً: غیر مقلد صاحب کوئی احناف کا مقلد نہیں کہ احناف کی تصریحات دلیل بنا کر جان چھوڑائے۔ اسے تو چاہیے کہ اپنا موقف حدیث سے ثابت کرے کہ ملائکہ کی آمین میں موافقت سے مراد وقت میں موافقت ہے۔

### غیر مقلد کا پانچواں اعتراض

بالفرض اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مذکورہ روایت سے عدم جہر ثابت ہے جو کہ یقیناً غلط ہے تو بھی مذکورہ روایت مفتی صاحب کے مذہب کے خلاف ہے کیونکہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ امام آمین کو آہستہ بھی نہ کہے چنانچہ امام محمد جو کہ امام صاحب کے شاگرد خاص ہیں لکھتے ہیں: قَالَتْ أُمُّ حَنِيفَةَ فَقَالَ يَوْمُنَ مَنْ خَلَفَ الْإِمَامَ وَلَا يَوْمُنَ الْإِمَامُ۔ (نام نہاد دین الحق ص ۳۱۳)

الجواب: التعلیق امجد علی الموطا امام محمد صاحب کی طرف منسوب کردہ

مذکورہ قول کے جواب میں ہے کہ موطا میں بیان کردہ امام صاحب کا مذکورہ قول خود امام محمد کی کتاب الآثار کے خلاف ہے نیز کتاب الآثار میں امام محمد نے امام صاحب کے قول پر اپنا عمل بھی بیان کیا ہے ملاحظہ ہو۔

### چار چیزوں کو امام آہستہ کہے

”قَوْلُهُ وَلَا يَوْمُنَ الْإِمَامُ قَدْ يُقَالُ يُخَالِفُهُ قَوْلُهُ فِي كِتَابِ الْأَثَارِ فَإِنَّهُ أَخْرَجَ فِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ قَالَ أَرْبَعٌ يُخَالِفُ بَيْنَهُنَّ الْإِمَامُ سَبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَالْتَعُوذُ وَبِسْمِ اللَّهِ وَآمِينَ ثُمَّ قَالَ وَبِهِ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ - فَهَذَا يَذْكُرُ عَلَى أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ أَبْصَرَ قَائِلٌ يَقُولُ الْإِمَامُ يَقُولُ آمِينَ سِرًّا۔“

”اس کا قول کہ امام صاحب کہتے ہیں امام آمین نہ کہے اس کے خلاف ہے جو خود امام محمد نے اپنی کتاب الآثار میں امام صاحب سے بیان کیا اس میں امام صاحب سے ہے وہ حماد سے وہ ابراہیم سے بیان کرتے ہیں کہ فرمایا چار چیزوں کو امام آہستہ کہے سبحانک اللهم اور تعوذ بسم اللہ اور آمین پھر امام محمد نے کہا ہمارا عمل اسی پر ہی ہے اور یہی امام صاحب فرماتے ہیں پس یہ دلالت کرتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بھی اسی کے قائل ہیں کہ امام آمین آہستہ کہے۔“

اس بیان سے اظہر من الشمس ہوا کہ وہابی کا مذکورہ اعتراض بے بنیاد ہے۔ جاء الحق سے حدیث نمبر ۹ تا ۱۳ ملاحظہ ہو۔ بخاری شافعی مالک ابو داؤد نسائی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلُ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اب امام کہے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ تو تم کہو آمین کیونکہ جس کا یہ آمین کہنا فرشتوں کی آمین کہنے کے مطابق ہوگا اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔



اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مقتدی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ ہرگز نہ پڑھے اگر مقتدی پڑھتا ہوتا تو حضور فرماتے کہ جب تم ولا الضالین کہو تو تم آمین کہو۔ معلوم ہوا کہ تم صرف آمین کہو گے ولا الضالین کہنا امام کا کام ہے۔ رب فرماتا ہے: "إِذَا جَاءَ كُمْ الْمُؤْمِنَاتُ فَاَمْسَحُوهُنَّ" جب تمہارے پاس مؤمنہ عورتیں آئیں تو ان کا امتحان لو۔ دیکھو امتحان لینا صرف مؤمنوں کا کام ہے نہ کہ مؤمنہ عورتوں کا۔ کسی حدیث میں نہیں آیا کہ إِذَا قُلْتُمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ۔ جب تم ولا الضالین کہے تو آمین کہے لو۔ معلوم ہوا کہ مقتدی ولا الضالین کہے گا ہی نہیں۔ دوسرا یہ کہ آمین آہستہ ہونی چاہیے کیونکہ فرشتوں کی آمین آہستہ ہی ہوتی ہے جو آج تک ہم نے نہیں سنی۔ خیال رہے کہ یہاں فرشتوں کی آمین کی موافقت سے مراد وقت میں موافقت نہیں بلکہ طریقہ ادا میں موافقت ہے فرشتوں کی آمین کا وقت تو وہی ہے جب امام سورہ فاتحہ ختم کرتا ہے کیونکہ ہمارے محافظ فرشتے ہمارے ساتھ ہی نمازوں میں شریک ہوتے ہیں اور اسی وقت آمین کہتے ہیں۔

### غیر مقلد کے اس پر اعتراضات

اس جگہ ان کے معنوی تحریف کو ہم واضح کرتے ہیں۔ پہلی تحریف: مفتی صاحب حضرت ابو ہریرہ کی روایت إِذَا قَالُوا آمِينَ عَلَيهِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ ہرگز نہ پڑھے اگر مقتدی پڑھتا تو حضور یہ نہ فرماتے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تو تم آمین کہو معلوم ہوا کہ تم صرف آمین کہو گے ولا الضالین کہنا امام کا کام ہے۔

الجواب اولاً: روایت میں اِذَا قَالُوا آمِينَ کے الفاظ ہیں اور قال کا لفظ جب مطلقاً خطاب کے لیے آئے تو جہر پر محمول ہوتا ہے قرآن میں ہے: قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَّا بِهِ بَنُو إِسْرَآئِيلَ وَأَنَّا مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔

(پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۱۱)

مولانا محمود حسن خان خفگی اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ: بولا فرعون یقین کر لیا میں نے کہ کوئی معبود نہیں مگر جس پہ کہ ایمان لائے نبی اسرائیل اور میں ہوں فرمانبرداروں میں۔ مولوی احمد رضا خاں بریلوی حسب ذیل معنی کرتا ہے کہ بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں۔ الغرض اِذَا قَالُوا آمِينَ کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ صرف امام ہی بلند آواز سے کہے گا تا کہ ان الفاظ کو مقتدی بھی بلند آواز سے پڑھے۔

ثانیاً: ہاں البتہ مقتدی آمین کو بلند آواز سے کہے گا کیونکہ فَقُولُوا آمِينَ کے الفاظ اس بات کا قرینہ تو ہیں۔ (امام نہاد دین الحق ص ۳۲۷)

### وہابی کی جہالت کی انتہاء

الجواب اولاً: وہابی صاحب کی جہالت اس انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے کہ یہ بھی نہ جان سکا کہ معنوی تحریف کسے کہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دعویٰ تو یہ تھا کہ ہم مفتی صاحب کی معنوی تحریف واضح کرتے ہیں مگر اعتراض استدلال پر کر دیا جب کہ معنوی تحریف ترجمہ میں کمی و زیادتی کو کہتے ہیں جس سے مفہوم بدل جائے پھر وہابی جی کی عبارت قارئین کے سامنے ہے۔ وہابی مصنف نے کوئی نشاندہی نہیں کی کہ مفتی صاحب نے استدلال میں کوئی غلط بیانی کی ہے محض اس نے مخالفت برائے مخالفت کرتے ہوئے فضول اوٹ پٹاٹ مارے ہیں جو کہ اس کی کم عقلی کی علامت ہے دراصل مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال مذکورہ حدیث کے متن میں بالکل واضح اور معقول ہے کیونکہ اگر امام پر شرعاً آمین بلند کہنا ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ نہ فرماتے جب امام ولا الضالین کہے تم آمین کہو بلکہ فرماتے کہ جب امام آمین کہے تم بھی آمین کہو۔

ثانیاً: بہت افسوس کی بات ہے کہ جس شخص کو یہ معلوم نہیں کہ قال غیب کا صیغہ ہے یا خطاب کا وہ وہابی قوم کا محقق و مصنف بن بیٹھا یہ تو علم صرف کا ابتدائی طالب علم بھی بتا دے گا کہ قال ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے خطاب کا نہیں اگر سب وہابی



مل کر بھی اسے خطاب ثابت کر دیں تو منہ مانگا انعام لیں۔ خود وہابی صاحب نے ثانی اعتراض کے تحت حدیث کے معنوی تحریف کی ہے زیر بحث حدیث کے کسی لفظ کا معنی نہیں کہ مقتدی بلند آواز سے آمین کہے جب کہ اس نے یہی معنی کیا ہے۔ اب جاء الحق سے حدیث نمبر ۱۳ تا ۱۸ ملاحظہ ہو۔ امام احمد ابوداؤد طیالسی ابو یعلیٰ موصلی طبرانی دارقطنی اور حاکم نے مستدرک میں حضرت واکل ابن حجر سے روایت کی حاکم نے فرمایا کہ اس کی اسناد نہایت صحیح ہے۔ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ وَأَخْفَى بِهَا صَوْتَهُ۔ حضرت واکل ابن حجر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب حضور ولا الضالین پر پہنچے تو آپ نے فرمایا: آمین اور آمین میں آواز آہستہ رکھی۔ معلوم ہوا کہ آمین آہستہ کہنا سنت رسول اللہ ہے اور بلند آواز سے کہنا بالکل خلاف سنت ہے۔ واضح رہے کہ اس صحیح حدیث کا غیر مقلد نے کوئی جواب نہیں دیا۔

### آمین آہستہ کہنا سنت ہے

جاء الحق سے حدیث نمبر ۱۹ تا ۲۱ ابوداؤد ترمذی ابن ابی شیبہ نے حضرت واکل بن حجر سے روایت کی: قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔ فَقَالَ آمِينَ وَخَفَضَ بِهِ صَوْتَهُ۔ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا آپ نے پڑھا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تو فرمایا: آمین اور آواز مبارک آہستہ رکھی۔ اس پر غیر مقلد کا اعتراض۔ مفتی صاحب نے حضرت واکل بن حجر کی روایت امام شعبہ کے طریق سے مختلف کتب سے نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں وخفض بها صوتہ پھر ان کا معنی کیا ہے اور آواز مبارک آہستہ رکھی۔ حالانکہ خفض بها صوتہ کا یہ معنی قطعی طور پر غلط ہے اور ان الفاظ سے عدم بالجہر اور اخفائے آمین کا استدلال باطل ہے کیونکہ احناف کا موقف ہے کہ آمین اتنی پوشیدہ کہی جائے کہ جس کو قریب سے قریب شخص بھی نہ سن سکے جب کہ خفض کے معنی ہیں آواز بہت زیادہ بلند نہ ہو۔ چنانچہ صاحب ہدایہ دوہری اذان کی کیفیت بیان کرتے

ہوئے لکھتے ہیں کہ: وَهُوَ أَنْ يَرْجِعَ فَيَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالشَّهَادَتَيْنِ بَعْدَ مَا خَفَضَ بِهِمَا۔ اور ترجیع یہ ہے کہ شہادتیں کو خفض کے بعد دوبارہ بلند آواز سے دوہرایا جائے۔

(نام نہاد دین الحق ص ۳۲۷)

الجواب اولاً: اس سے اوپر گزری ابن حجر کی حدیث کے لفظ اخفی بها صوته ہیں تو زیر بحث روایت میں خفض بمعنی اخفی ہے اور اخفی جہر کی ضد ہے۔ جس کا معنی آہستہ ہے لہذا اس کا معنی آہستہ آواز کا کرنا غلط نہ ہوا غالباً اسی لیے غیر مقلد صاحب نے اس سے اوپر کی حدیث کا ذکر تک نہ کیا کہ کہیں قارئین کو معلوم نہ ہو جائے کہ ایک حدیث کے الفاظ اخفی بها صوتہ بھی ہیں۔

ثانیاً: اگر خفض کے لغوی معنی کی طرف جائیں تو المنجد اور مصباح اللغات میں خفض الصوت کا معنی آواز کو پست و آہستہ کرنا مذکور ہے جو کہ احناف کے موافق اور وہابی مذہب کے مخالف ہے کیونکہ وہابیوں کے نزدیک آمین کو اس قدر جہج کر کہنا چاہیے کہ مسجد میں گونج پڑ جائے۔

### حضرت عمرو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسم اللہ آمین جہر نہیں پڑھتے تھے

جاء الحق سے حدیث نمبر ۲۲ اور ۲۳۔ طبرانی نے تہذیب الآثار اور طحاوی نے حضرت واکل ابن حجر سے روایت کی: قَالَ لَمْ يَكُنْ عُمَرُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَسْجُدَانِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَلَا بِآمِينَ۔ حضرت عمرو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہ تو بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے نہ آمین۔ معلوم ہوا کہ آہستہ آمین کہنا سنت صحابہ بھی ہے۔

### اس پر وہابی صاحب کا پہلا اعتراض

راوی واکل بن حجر رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ ابی واکل ہیں شاید مفتی صاحب رجال کی ابجد سے بھی واقف نہ تھے۔ (نام نہاد دین الحق ص ۳۲۸)

الجواب: لفظی غلطی یا راوی کے نام میں غلطی سہواً بھی ہو سکتی ہے اور کاتب سے بھی یہ کسی کم علمی کی دلیل نہیں بخلاف اس کے کہ وہابی جی خود ماضی غائب کو خطاب



سمجھتا ہے جیسا کہ اس کتاب میں ہم نے وہابی صاحب کی اس غلطی پر گرفت کی ہے۔  
اس تنقید سے پہلے اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے۔

### غیر مقلد کا دوسرا اعتراض

اس کی سند میں ابوسعید بن مرزبان ہے اور یہ سخت ضعیف ہے۔

(۲) نہاد دین الحق ص ۳۸

ابوسعید سعید بن مرزبان کے ضعف کے سبب احناف کے اس حدیث سے استدلال میں ضعف نہیں آتا کیونکہ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبار تابعین سے ہیں آپ نے سات صحابہ رضوان اللہ علیہم سے براہ راست حدیثیں سنیں ہیں جیسا کہ مناقب امام اعظم للامام الموفق بن احمد کی جزء اول ص ۳۵ پر ہے جب کہ ابوسعید سعید بن مرزبان طبقہ خامسہ سے ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے مقدمہ تقریب المعجزہ میں وضاحت کی ہے تو بعد کے راوی کا ضعف پہلے کے استدلال کو مضرب نہیں۔

ثانیاً: اگر آپ کو زیر بحث حدیث پر اعتراض ہے کہ اس کا ایک راوی ضعیف ہے تو اس سے قبل حدیث نمبر ۱۸ تا ۱۹ گزری امام احمد ابو داؤد ابویعلیٰ موسلی طبرانی دارقطنی اور مستدرک کے حوالہ سے جسے حاکم شہید نے صحیح کہا اور آپ نے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا اسے ہی مان لو مگر آپ تو ضد و تعصب کے لا علاج مریض ہیں ایسی امید تم سے رکھنا لا حاصل ہے۔ جاء الحق سے حدیث نمبر ۲۴ یعنی شارح ہدایہ نے حضرت ابو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ يَخْفَى الْإِمَامُ أَرْبَعًا التَّوَهُُّدَ وَبِسْمِ اللَّهِ وَآمِينَ وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا امام چار چیزیں آہستہ کہے اعدوڈ بسم اللہ بسم اللہ آمین اور ربنا لك الحمد۔

### اس پر غیر مقلد کا اعتراض

ہمارے شیخ فرماتے ہیں علامہ عینی نے یہ روایت بلا سند نقل کی ہے اور یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ اس روایت کی سند کا حدیث کی کسی معروف و مصدقہ کتاب

میں وجود نہیں یہ تو علامہ عینی کا ہی کمال ہے کہ یہ خود کو محدث بھی باور کراتے ہیں اور سختی مذہب کی تائید میں بلا سند موضوع اور من گھڑت روایات کو اپنی کتابوں کی زینت بھی بناتے ہیں اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ (محمد یحییٰ گوندلوی) قلت مولوی احمد رضا فاضل دیوبند نے لکھا ہے جو روایت کتب حدیث میں نہیں پائی جاتی وہ موضوع ہے۔

(فتاویٰ رضویہ نام نہاد دین الحق ص ۳۹)

الجواب اولاً: غیر مقلدوں کے نام نہاد شیخ گوندلوی صاحب نے علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ پر احناف کی تائید میں روایات کو اپنے پاس سے گھڑنے کا الزام لگایا اور روایات روایت کی جمع ہے تو اسے چاہیے تھا کہ اپنے دعویٰ کو صحیح ثابت کرنے کو کم از کم تین موضوع روایتوں کی نشاندہی کرتا تاکہ جمع کا اطلاق صحیح ہو چاتا تو اس نے ایسا نہ کر کے اپنے جھوٹ کا پول کھول دیا۔

ثانیاً: گوندلوی صاحب یا نام نہاد دین الحق کے مصنف کو کسی حدیث کی سند کا علم نہ ہونا علامہ عینی کی اس کی سند پر عدم اطلاع کو لازم نہیں کیونکہ وہ جلیل القدر محدث ہیں۔

ثالثاً: علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس سے روایت گھڑنے کی حاجت ہی کیا تھی جب کہ احناف کے پاس اس مسئلہ پر احادیث موجود ہیں۔

رابعاً: زیر بحث روایت کی مثل کنز العمال میں بھی موجود ہے جو اس پر شاہد ہے چنانچہ صحیح البخاری ج اول ص ۳۹۰ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بیان کے بعد لکھتے ہیں: وعن ابراہیم نخعی عن امیر المؤمنین عمر بن الخطاب کذا فی منتخب کنز العمال میں ہے۔ وہابی سے پوچھنے کی بات یہ ہے کہ اگر بقول تمہارے علامہ عینی نے مذکورہ روایت کو اپنے پاس سے گھڑا ہوتا تو پھر ابراہیم نخعی کی سند سے منتخب کنز العمال میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی مثل روایت کہاں سے آگئی نیز حضرت عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کا مذہب آمین آہستہ کہنے میں قبل ازیں بیان ہو چکا ہے جو اس کی صحت کی تائید کرتا ہے پھر وہابی صاحب آثار صحابہ کے نام پر اپنے مذہب کی



تائید میں جو کچھ لکھا ہے اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کوئی اثر بیان نہیں کیا جو اس کی دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذہب آئین جبر نہیں بلکہ آہستہ کہتا ہے۔

(جاء الحق سے حدیث نمبر ۲۵)

بیہقی نے ابوداؤد سے روایت کی عبد اللہ ابن مسعود نے فرمایا: "عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ يَخْفِي الْإِمَامُ أَرْبَعًا بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَالْتَعُوذُ وَالْتَشَهُدُ" امام چار چیزیں آہستہ کہے بِسْمِ اللَّهِ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَعُوذُ اور التحیات۔

### غیر مقلد کا اعتراض

قارئین آپ مذکورہ عبارت کو پڑھ لیں ہم نے بلفظ مفتی صاحب کا ترجمہ نقل کیا ہے اس میں آئین کو بلند آواز سے یا خفی سے پڑھنے کا ذکر تو کیا کوئی اشارہ بھی نہیں ہے۔ (نام نہاد دین الحق ص ۳۲۹)

الجواب اولاً: اگر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ حدیث میں آہستہ آئین کا ثبوت موجود نہ ہوتا تو مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسے اپنے موقف پر بطور ثبوت پیش نہ کرتے یہاں البتہ یہاں آئین کے الفاظ سحوا نہیں لکھے گئے خواہ کاتب کی بھول یا خود مصنف کی اور بھول جانا انسان میں ایک فطری امر ہے البتہ بفضلہ تعالیٰ یہ ہم ثابت کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب آئین آہستہ کہنا ہے ملاحظہ ہو: قَالَ الطَّبْرِيُّ وَرَوَى ذَلِكَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ وَرَوَى عَنِ النَّخَعِيِّ وَالشَّعْبِيِّ وَابْنِ أَبِي هَاشِمٍ التَّيْمِيِّ كَانُوا يَخْفُونَ بِأَمِينٍ وَالصَّوَابُ أَنَّ الْخَبْرَيْنِ بِالْجَهْرِ بِهَا وَالْمَخَافَةُ صَحِيحَتَانِ وَعَمَلٌ بِكُلِّ مَنْ فَعَلَنِيهِ جَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَإِنْ كَانَتْ مُخْتَارًا خَفَضَهُ الصَّوَابُ بِهَا إِذْ كَانَ أَكْثَرُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ عَلَى ذَلِكَ۔

(الجواب الحق فی ذیل الجمع - ج ۲ ص ۵۸)

محدث طبری نے کہا کہ یہ روایت ہے ابن مسعود اور ابراہیم نخعی اور شعبی اور ابراہیم تیمی سے کہ یہ حضرات آئین آہستہ کہتے تھے اور درست ہے کہ دو حدیثیں جبر کے ثبوت اور آہستہ کے ثبوت پر صحیح ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں فعلوں پر ایک

جماعت نے عمل کیا ہے اگرچہ عقیدہ آئین آہستہ کہنا ہے کہ اس پر اکثر صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم کامل ہے۔

ثانیاً: صاحب ہدایہ نے تعوذ و تسمیہ کی بحث میں لکھتے ہیں: وَيُسْرِبُهُمَا يَقُولُ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَرْبَعُ يَخْفِيْنَهُنَّ الْإِمَامُ وَذَكَرَ مِنْ جُمْلَتِهَا التَّعُوذُ وَالتَّسْمِيَةُ وَأَمِينٌ۔ یعنی تعوذ و تسمیہ اور آئین کو آہستہ پڑھے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی بناء پر فرمایا چار چیزیں آہستہ پڑھی جائیں ان میں تعوذ و تسمیہ اور آئین کا ذکر کیا۔

ثالثاً: ملک العلماء علامہ ظفر الدین محدث بہاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح البخاری شریف میں لکھتے ہیں: اس بیان سے بفضلہ تعالیٰ اظہر من الشمس بیروز ہوا کہ حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب آئین آہستہ کہنا ہے۔

### غیر مقلد کا دوسرا اعتراض

امام بیہقی کی کوئی کتاب میں مذکورہ روایت پائی جاتی ہے کیونکہ امام بیہقی کی کتب اس قدر ہیں کہ ایک کتب خانہ ہے اگر مفتی صاحب کی بیہقی سے مراد سنن الکبریٰ للبیہقی ہے تو اس میں یہ روایت قطعاً نہیں فریق ثانی پہ لازم ہے کہ وہ اس امر کی بحوالہ صراحت کریں کہ امام بیہقی نے اسے کہاں روایت کیا ہے۔

الجواب اولاً: جب آپ کو اقرار ہے کہ امام بیہقی کی کتب کثیر ہیں اور انکار اس کا ہے کہ زیر بحث روایت سنن الکبریٰ للبیہقی میں نہیں پائی جاتی تو ممکن ہے کہ روایت سنن الکبریٰ کے علاوہ امام بیہقی کی کسی کتاب میں موجود ہو یا مفتی صاحب کو سنن الکبریٰ بیہقی کا کوئی قدیمی نسخہ دستیاب ہو جس میں یہ روایت پائی جاتی ہو۔

ثانیاً: ابن مسعود کی روایت جس میں آئین آہستہ پڑھنے کا ثبوت موجود ہے۔ صاحب صحیح البخاری نے سنن الکبریٰ للبیہقی کے حوالہ سے لکھا ہے جو کہ ابی داؤد سے ہے ملاحظہ کے لیے مذکورہ کتاب ج ۱ ص ۳۹۱

اصل بات یہ ہے کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ روایت میں آئین کا



غلطی سے نہ لکھے جانے کو غیر مقلد نے نصیحت جان کر بیعتی میں اس کے وجود کا ہی انکار کر دیا اگر یہ بیعتی میں نہ ہوتی تو محدث بہاری کیسے نقل کرتے 'جاء الحق سے حدیث نمبر ۲۶ ملاحظہ ہو۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حماد سے انہوں نے ابراہیم سے روایت کی: قَالَ اَرْبَعٌ يَخْفِيْنَهُنَّ الْاِمَامُ الصَّغُوْدُ وَبِسْمِ اللّٰهِ وَتُبْحَانُكَ اللّٰهُمَّ وَاٰمِيْنَ۔ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْاَثَارِ۔ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ فِيْ مُصَنَّفِهِ

آپ نے فرمایا کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے اعوذ و بسم اللہ سبحانک للہم اور آمین یہ حدیث امام محمد نے آثار میں اور عبد الرزق نے اپنی مصنف میں بیان کی۔

### اس پر غیر مقلد کا پہلا اعتراض

اس اثر کو مفتی صاحب نے دوسری بار حنفی مذہب کی تائید میں پیش کیا ہے لیکن روایت کے اصل الفاظ میں ہیر پھیر کر گئے ہیں جن کی حقیقت بسم اللہ بالجبر کے باب میں مفتی صاحب کی تیسری دلیل کے زیر عنوان ملاحظہ کیجئے اور سند پر بحث بھی وہاں ہی دیکھیں۔ (نام نہاد دین الحق ص ۳۳۰)

الجواب اولاً: اگر مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک روایت کو دوبارہ لکھنے پر اعتراض ہے تو پھر یہی اعتراض امام بخاری پر بھی لازم آتا ہے کیونکہ وہ بھی اپنی صحیح بخاری شریف میں ایک روایت کا جتنے بابوں سے تعلق ہوا اتنے میں ہی تکرار سے لکھتے ہیں اسی طرح امام ابراہیم نخعی کی زیر بحث روایت کو چار بابوں سے تعلق ہے۔

یعنی تعوذ و تسمیہ و سبحانک للہم اور آمین آہستہ سے جب کہ مفتی صاحب نے اسے دو بابوں میں ذکر کیا ہے اگر دوسرے اس سے متعلق بابوں میں بھی اسے بیان کر دیں تو تب بھی اہل عقل و انصاف کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا مگر غیر مقلد صاحب چونکہ عقل و انصاف سے عاری ہیں لہذا بلاوجہ اعتراض کر دیتے ہیں۔

ثانیاً: مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر روایت کے الفاظ میں ہیر پھیر کا الزام وہابی جی کا خالص جھوٹ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مفتی صاحب نے زیر بحث روایت کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الآثار اور مصنف عبد الرزاق کے حوالہ سے لکھا ہے اور روایت کا

متن مصنف عبد الرزاق سے لیا ہے جب کہ معنا دونوں متنوں میں کوئی فرق نہیں۔ اگر بقول وہابی اس کا نام ہیر پھیر ہے تو پھر صاحب مشکوٰۃ مثلاً بخاری و مسلم سے روایت لکھنے کے بعد فرما دیتے ہیں کہ یہ لفظ مسلم کے ہیں یا بخاری کے۔

ثانیاً: وہابی جی کا کہنا ہے کہ اس کی سند پر بھی بحث ہم نے وہاں کر دی ہے۔ الجواب سند پر جس بحث کی بات وہابی صاحب کرتے ہیں وہ سورج پر تھوکنے کے مترادف ہے وہ یہ کہ اس بے لگام نے امام الائمہ سراج الامت امام اعظم ابو حنیفہ حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے شاگرد رشید امام محمد رضی اللہ عنہ کو ضعیف کہا ہے اور پھر سورہ فاتحہ کی بحث میں ان حضرات قدسیہ پر خوب کچڑا اچھالا ہے جس کا جواب ہم نے بفضلہ تعالیٰ وہاں بھر پور طریقہ سے دیدیا ہے اب یہاں اسے دوہرانا باعث طول ہے اب یہاں طا کفہ وہابیہ سے مخاطب ہوں کہ اگر آپ کو عداوت و عناد کے باعث امام ابو حنیفہ اور امام محمد رضی اللہ عنہما کی سند قبول نہیں تو آؤ ہم تمہیں اس کے علاوہ اس کا متابع دیکھا دیتے ہیں اسے ہی مان لو اور ضد چھوڑو مصنف عبد الرزاق میں ہے۔ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَرْبَعٌ يَخْفِيْنَهُنَّ الْاِمَامُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالْاِسْتِغَاذَةُ وَاٰمِيْنَ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لَمَنْ حَمِدَهُ قَالَ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔ (ج ۲ ص ۸۷)

یعنی ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ چار چیزیں امام آہستہ کہے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اور آمین اور جب کہ سمع اللہ لمن حمدہ تو ربنا لك الحمد کو آہستہ پڑھے۔ اس روایت کے تمام راوی ثقہ و محدثین ہیں۔

### غیر مقلد کا دوسرا اعتراض

اس کی سند کی حیثیت سے قطع نظر آئیے ذرا اسے کوئی خراب پر چڑھا کر دیکھیے کہ کیا یہ واجب العمل اور لائق دلیل ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: اِذَا جَاءَ التَّحْدِيْثُ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اَخَذْنَاهُ وَاِذَا جَاءَ



عَنْ أَصْحَابِهِ نَحْبَرْنَا وَلَمْ نَخْرُجْ مِنْ قَوْلِهِمْ وَإِذَا جَاءَ عَنِ السَّابِقِينَ  
رَأَوْا حَفَنَاهُمْ۔ ہمیں جب کوئی حدیث صحیح الاسناد مل جاتی ہے تو اس کو لیتے ہیں اور جب  
صحابہ کے اقوال و آثار ملتے ہیں تو ان میں سے کسی ایک کو منتخب کر لیتے ہیں اور ان کے  
دارہ عمل سے نہیں نکلتے البتہ جب کسی تابعی کا قول آتا ہے اس سے مزاحمت کرتے  
ہیں۔ (المجہد صفحہ ۲۵۰)

لہذا اگر اس کو صحیح بھی تسلیم کیا جائے تو بھی احادیث صحیحہ مرفوعہ کے بالمقابل امام  
ابراہیم نخعی کے قول کی کیا حیثیت ہے۔

الجواب اولاً: یہ بات درست ہے کہ جھوٹا حافظہ نہیں رکھتا اس سے قبل قرأت  
کے باب میں وہابی صاحب الزام لگا چکا ہے کہ احناف کے نزدیک صحابہ کا قول و فعل  
حجت نہیں لہذا انہیں حق نہیں پہنچتا کہ صحابہ کے اقوال و افعال کو حجت بنائیں اب خود ہی  
امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے ثابت کر رہا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کا قول  
و فعل احناف کے نزدیک حجت ہے۔

ثانیاً: تابعی کے قول کے مزاحم ہونے سے مراد کہ جب وہ ظاہر شرع کے خلاف  
لگتا ہو یا قیاس جلی کے خلاف ہو یا کسی مسئلہ کی بنیاد ہی اس پر ہو تو پھر اسے دیکھا جائے  
گا مطابقت ہو جائے تو قابل عمل ہے ورنہ چھوڑ دیا جائے گا اب دیکھیں کہ حضرت  
ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ان احادیث کے موافق ہے جن میں آمین آہستہ  
کہنے کا ثبوت ہے اور صحابہ کے ان ارشادات کے بھی مطابق ہے جن میں آمین آہستہ  
کہنے کا ذکر ہے پھر یہ قابل عمل کیونکہ نہ ہو۔ واضح رہے کہ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں  
نجفی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ آہستہ آمین کے ثبوت پر نقلیہ دلائل کے بعد عقلیہ دلائل بھی  
دیئے ہیں جن کا وہابی جی سے کوئی جواب نہیں بن سکا اس لیے وہابی صاحب نے  
خاموشی و چشم پوشی میں عافیت جانی اسے معلوم تھا کہ مفتی صاحب کے عقلی دلائل کا  
جواب دینے سے اپنی بے عقلی ظاہر ہو جائے گی۔ بہر حال قارئین کے استفادہ کے لیے  
مفتی صاحب کے عقلی دلائل کو یہاں لکھ دینا مناسب ہے۔ فرماتے ہیں:

### آمین آہستہ کہنے پر عقلی دلائل

عقل بھی چاہتی ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے کیونکہ آمین قرآن کریم کی آیت یا  
کلمہ قرآن نہیں اسی لیے نہ جبرائیل امین اسے لائے نہ قرآن میں لکھی گئی بلکہ دُعا اور  
ذکر اللہ ہے تو جیسے کہ ثناء التحیات درود ابراہیمی دُعا ماثورہ وغیرہ آہستہ پڑھی جاتی ہیں  
ایسے ہی آمین بھی آہستہ ہونی چاہیے یہ کیا کہ تمام ذکر آہستہ ہوئے آمین پر تمام لوگ چیخ  
پڑے یہ چیخنا قرآن کے بھی خلاف ہے احادیث صحیحہ کے بھی صحابہ کرام کے عمل کے بھی  
اور عقل سلیم کے بھی رب تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔

دوسرے اس لیے کہ اگر مقتدی پر سورہ فاتحہ بھی فرض ہو اور اسے آمین کہنے کا بھی  
حکم ہو تو مقتدی سورہ فاتحہ کے درمیان میں ہو اور امام ولا الضالین کہے دے اب اگر یہ  
مقتدی آمین نہ کہے تو اس سنت کا خلاف ہو اور اگر آمین کہے اور چیخے تو آمین درمیان  
میں آئے گی قرآن میں غیر قرآن آئے گا۔ اور درمیان سورہ فاتحہ کے شور مچے گا۔ وہابی  
صاحب نے مذکورہ عقلی دلائل کا جواب نہ دے کر ثابت کر دیا کہ ان کا مذہب خلاف  
عقل ہے۔ جاء الحق سے دوسری فصل اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات میں۔

اب تک ہم نے غیر مقلدین کے جس قدر اعتراضات سنے ہیں تفصیل وار مع  
جوابات عرض کر دیئے ہیں اعتراض نمبر ۱ آمین دُعا نہیں ہے لہذا اگر یہ بلند آواز سے کہی  
جائے تو کیا حرج ہے۔ رب نے دُعا آہستہ کہنے کا حکم دیا ہے نہ کہ دیگر اذکار کا جواب  
آمین دُعا ہے اس کا دُعا ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے  
بارگاہ الہی میں دُعا کی: رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَيْنَا أَمْوَالَهُمْ وَاشْدُدْ عَلَيْنَا قُلُوبَهُمْ فَلَا  
يُؤْمِنُوا حَتَّى يَذُوقُوا الْعَذَابَ أَلَلَّيْم۔ اے رب! ہمارے ان کے مال برباد کر دے اور  
ان کے دل سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔  
رب نے ان کی دُعا قبول فرماتے ہوئے ارشاد کیا: قَالُوا قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا  
فَمَا تَتْلِيَانِ۔ رب نے فرمایا: تمہاری دونوں کی دُعا قبول کی گئی تو ثابت قدم رہو فرمائیے  
دُعا صرف موسیٰ علیہ السلام نے مانگی تھی مگر رب نے فرمایا کہ تمہاری دونوں کی دُعا قبول



کی گئی۔ یعنی تمہاری اور حضرت ہارون کی۔ حضرت ہارون نے دُعَا کب مانگی تھی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی دُعَا پر آمین کہا تھا، رب نے آمین کو دُعَا فرمایا: معلوم ہوا کہ آمین دُعَا ہے اور دُعَا آہستہ ہونا چاہیے۔ یہ مسائل قرآن میں سے ہیں۔ واضح رہے کہ فریق ثانی نے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قرآن سے معقول استدلال کا کہ آمین دُعَا ہے کوئی جواب نہیں دیا یہ بیچارہ جواب کیا دیتا اس کا جواب تو پوری وہابی قوم کے پاس سے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قرآن کریم کے مذکورہ آیتوں سے آمین کا دُعَا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

### غیر مقلدوں کا جاء الحق سے اعتراض نمبر ۲

ترمذی شریف میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ وَقَالَ آمِينَ وَمَذْبُوحًا صَوْتَهُ - میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا کہ آپ نے غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھا اور آمین فرمائی اپنی آواز کو اس پر بلند کیا۔ معلوم ہوا کہ آمین بلند آواز سے کہنا سنت ہے۔ جواب آپ نے حدیث کا ترجمہ غلط کیا اس میں مدارشاد ہوا مَذْمُومًا سے بنا۔ اس کا معنی بلند کرنا نہیں بلکہ آواز کھینچنا ہے مطلب یہ ہے کہ حضور نے آمین بروزن کریم قصر سے نہ فرمائی۔ بلکہ بروزن قالین الف اور میم خوب کھینچ کر پڑھی۔ لہذا اس میں آپ کی کوئی دلیل نہیں ترجمہ کی غلطی ہے۔ خیال رہے کہ مدی مقابل قصر ہے اور خفاء کا مقابل جہر رفع کا مقابل خفض ہے اگر یہاں جہر ہوتا تو دلیل صحیح ہوتی جہر کسی روایت میں نہیں۔ رب فرماتا ہے: إِنَّهُ يَعْلَمُ الْخَفِيَّ وَمَا يَخْفَى - بے شک رب تعالیٰ جانتا ہے بلند اور پست آواز کو۔ دیکھو رب نے یہاں خفاء کا مقابل جہر فرمایا ہے نہ کہ مد

### اس پر غیر مقلد کا پہلا اعتراض

حدیث میں مد بھا صوت کے الفاظ ہیں یعنی آواز کو کھینچنا۔ مد بھا الف یعنی الف کو کھینچنے کے الفاظ نہیں لہذا فریق ثانی پہ لازم ہے کہ وہ لغت عرب سے ثابت کرے کہ الفاظ

صوت الف کے معنی میں بھی آتا ہے۔ الجواب اولاً: آپ کا مبلغ علم تو یہ ہے کہ آپ مفتی صاحب کی ظاہر عبارت کو بھی نہیں سمجھے وہابی صاحب الف یا واو کو حروف مد کہا جاتا ہے کیونکہ یہ حروف آواز کھینچنے سے پیدا ہوتے ہیں خواہ بلند آواز کو کھینچا جائے یہ آہستہ کو یہی مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مراد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بروزن قالین الف اور میم کو کھینچنا یعنی الف اور یا حروف مد کو پورا ادا فرمایا بہت افسوس ہے کہ غیر مقلد مفتی صاحب کے عالمانہ جواب پر چاہلانہ اعتراض گھڑ رہا ہے۔

### غیر مقلد قرآن کا فیصلہ ہی مان لیں

ثانیاً: وہابی ضد چھوڑیں قرآن کا فیصلہ مان لیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رِزْقًا وَسَمًا وَأَنْهَارًا - (سورۃ الرعد پارہ ۱۳) اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں نلکے اور نہریں بنائیں۔ ترجمہ کنز الایمان۔ الامام اہلسنت مجدد دین و ملت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اب آپ اپنے مذہبی پیشواؤں سے مد کے معنی ملاحظہ کریں۔ اسی آیت کا ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی وحید الزماں صاحب نے تفسیر وحیدی میں محمد جونا گڑھی نے تفسیر احسن البیان میں۔ سید احمد حسن تفسیر احسن التفسیر میں۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری تفسیر ثنائی میں مَدَّ الْأَرْضَ کا ترجمہ زمین کو پھیلایا کیا ہے۔ زمین کو بلند یا اونچا کیا نہیں کیا اور ترجمہ تفسیر فوائد سلفیہ میں مَدَّ الْأَرْضَ کا ترجمہ زمین کو کھینچنا کیا ہے۔ اب وہابی صاحب بتائیں کہ اس کے ہم مذہبوں نے مد کے معنی میں تحریف کی ہے؟ اگر نہیں تو پھر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تحریف کا الزام کیوں اور انہوں سے چشم پوشی کیوں؟ کیا اسلام میں دوہرے رویہ کی اجازت ہے قطعاً نہیں خدا را خدا سے ڈرو اور ضدو تعصب اور مذہبی پاسداری ترک کرو۔

### وہابی صاحب کا دوسرا اعتراض

بالفرض اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مد بھا صوت کا معنی الف کو کھینچنا ہے (حالانکہ یہ غلط ہے) تو تب بھی یہ معنی ان کے مخالف ہے کیونکہ راوی نے الف لمبا ہونے کی آواز



سنی تھی تو جب ہی اس کو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز کو کھینچنا ہے۔

(ام نہاد دین الحق ص ۳۲۰)

الجواب اولاً: کتب احادیث میں یہ روایات بکثرت موجود ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر و عصر میں فلاں فلاں سورۃ پڑھتے تھے حالانکہ ان دونوں نمازوں میں آہستہ قرأت واجب ہے تو کیا اس سے بلند قرأت کا ہونا لازم آتا ہے؟ اگر یہاں سننا جبر کو مقتضی نہیں تو آمین سننے میں بھی نہیں نہ مانوں تو جو جواب ظہر و عصر کی قرأت میں تمہارا ہے وہی آمین میں ہمارا ہے۔

ثانیاً: آمین سننے کا ایک سبب یہ ہے کہ حضور سے قریب کے نمازی سانس جیسی دھیمی آواز سن کر معلوم کرتے اور یہ اخفی کے منافی نہیں دوسرا یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی برائے تعلیم قدرے آواز نکالتے جسے قریب والے حضرات سن لیتے۔

### غیر مقلد کا تیسرا اعتراض

مد بھا صوتہ کا معنی آواز کو بلند کرنا ہی ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے (الْمُؤَدِّنُ يَغْفِرُ لَهُ مَذْيَ صَوْتِهِ مَشْكُوهٌ) اس کا معنی حاشیہ مشکوٰۃ پر حنفی بخش لکھتے ہیں: اِنَّ الْمَغْفِرَةَ مُقَدَّرَةٌ بِقَدْرِ هُوَ اَرْفَعَ صَوْتِهِ۔ یعنی مؤذن کے لیے مغفرت مقدر ہے اس کی آواز بلند ہونے کے حساب سے۔ الجواب غیر مقلد صاحب نے حاشیہ مشکوٰۃ کے حوالہ سے مد کا معنی بیان کرنے میں خیانت کی ہے وہ یہ کہ صاحب حاشیہ نے جو اس کا معنی بیان کیا اسے تو اس نے چھوڑ دیا اور جو ما حاصل کے طور پر بیان کیا اسے اس نے لکھ دیا۔ اب دیانت داری سے وہ عبارت لکھی جاتی ہے جس میں مد صوتہ کا معنی بیان ہوا ہے۔ (قَوْلُهُ مَذْيَ صَوْتِهِ بِمَعْنَى اَنْ يَغْفِرَ لَهُ اِي يَغْفِرَ لَهُ مَنَّهُ يَصَوْتُهُ۔ یعنی مدی دوزبروں کے ساتھ بمعنی انتہاء یعنی اس کی بخشش ہو جائیگی جہاں تک اس کی آواز جائیگی۔ الغرض مد کا معنی دراز ہونا لمبا ہونا کھینچنا انتہا ہونا ہے۔ بلند ہونا یا بلند کرنا نہیں۔ اگر کسی جگہ اس کا معنی بلند کرنا آ بھی جائے تو مجازی ہوگا اور جب تک

حقیقت پر عمل ہو سکے اہل اصول مجاز کی طرف نہیں جاتے۔ وہابی صاحب آگے مزید لکھتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان سکھائی۔ اس میں ترجیع کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قُمْ اَرْجِعْ فَصَلِّ مِنْ صَوْتِكَ) یعنی دوبارہ لوٹ اور اپنی آواز کو بلند کر۔ امام طحاوی حنفی فرماتے ہیں: اِنَّمَا كَانَ لِأَنَّ اَمَّا مَحْذُورَةً لَمْ يَمْدَدْ بِذَلِكَ صَوْتَهُ عَلَى مَا ارَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْجِعْ وَاعْمِدْ مِنْ صَوْتِكَ۔ شاید کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو محذورہ کو دوسری اذان کا حکم اس لیے دیا ہو کہ انہوں نے پہلی بار اذان کے کلمات کو اتنی بلند آواز سے نہ کہا ہو جس قدر بلند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے جس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو محذورہ کو حکم دیا کہ اذان کو اچھی طرح بلند آواز سے کہے۔ لیجئے مفتی صاحب مد بھا صوتہ کے معنی (آواز بلند کرنے) پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ امام طحاوی کے دستخط بھی وصول کیجئے۔ (ام نہاد دین الحق ص ۳۲۱)

الجواب اولاً: وہابی صاحب اپنا مذہب ثابت کرنے کی غرض سے مد بھا صوتہ کا معنی بار بار غلط کر رہے ہیں اگر امام طحاوی کا یہ احتمال بتانا مقصود ہوتا کہ شاید پہلے ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز کو بلند نہ کیا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمات دہرانے کا حکم دیا تو پھر یوں کہے: لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ صَوْتَهُ۔ اس کے ساتھ ابو محذورہ نے اپنی آواز کو بلند نہ کیا تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کلموں کو دوبارہ کہو وارفع بها صوتك۔ اور اپنی آواز بلند کرو۔ امام طحاوی کا ایسا نہ کہنا بلکہ لم يمد بذلك صوتہ کہنا اور رسول اللہ کی طرف امداد من صوتك کے الفاظ نسبت کرنا آپ کے ترجمہ اور مقصود دونوں کی تردید کرتا ہے۔

ثانیاً: حدیث ارشاد ہونے کا سبب بھی بتاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو محذورہ کو حروف مد کو کھینچ کر صحیح ادا کیگی کے لیے اذان کلمات دوبارہ کا حکم دیا کیونکہ آپ ان کو اذان کی تعلیم دے رہے تھے۔ تو حروف مد کو نہ کھینچنے سے معانی میں خلل آتا



ہے۔ حالانکہ اگر آپ امام طحاوی کی بات مانتے ہیں وہ تو فرما رہے ہیں کہ اذان میں ترجیع کا سبب ابوہریرہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے مطابق حروف کو نہ کھینچنا تھا مگر تم وہابی لوگ ترجیع کو مسنون جانتے ہو امام طحاوی کی بات کیوں نہیں مانتے حالانکہ اپنے مقصد پر ان کا ارشاد بطور دلیل پیش کر رہے ہو کیا یہ دورگی چال نہیں تو اور کیا ہے۔

### جاء الحق سے غیر مقلدوں کا اعتراض نمبر ۳

ابوداؤد شریف میں حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے: قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ - نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فرماتے تھے وَلَا الضَّالِّينَ تو فرماتے تھے آمین اور اس میں اپنی آواز شریف بلند فرماتے تھے۔ یہاں رفع فرمایا جس کے معنی ہیں بلند اونچا کیا۔ معلوم ہوا کہ آمین اونچی آواز سے کہنا سنت ہے۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ وائل بن حجر کی اصل روایت میں مد ہے جیسا کہ ترمذی شریف میں وارد ہوا جس کے معنی کھینچنے کے ہیں نہ کہ بلند کرنا۔ یہاں اسناد کے کسی راوی نے روایت بمعنی کی مد کو رفع سے تعبیر فرمایا اور مراد وہی کھینچنا ہے نہ کہ بلند کرنا روایت بمعنی کا عام دستور تھا۔ دوسرے یہ کہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایتوں میں نماز کا ذکر نہیں صرف حضور کی قرأت کا ذکر ہے ممکن ہے کہ نماز کے علاوہ خارجی قرأت کا ذکر فرمایا ہو مگر جو روایات ہم نے پیش کی ہیں ان میں نماز کا صراحۃً ذکر ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں اور یہ احادیث ہمارے خلاف نہیں۔ تیسرے یہ کہ احادیث بالجبر اور خفی کی احادیث میں تعارض ہے مگر جبر والی احادیث قرآن کریم کے خلاف ہیں لہذا چھوڑنے کے لائق ہیں اور آہستہ کی روایتیں قرآن کے مطابق ہیں لہذا واجب العمل ہیں۔ چوتھے یہ کہ آہستہ آمین کی حدیثیں قیاس شرعی کے موافق ہیں اور جبری آمین کی حدیثیں اس کے خلاف لہذا آہستہ آمین کی حدیثیں قابل عمل ہیں اس کے خلاف قابل ترک قرآنی آیتوں اور قیاس شرعی کا ذکر ہم پہلی فصل میں کر چکے ہیں پانچویں یہ کہ آمین جبری والی حدیثیں قرآن شریف سے اور ان احادیث سے جو ہم پیش کر چکے ہیں منسوخ ہیں اسی لیے صحابہ ہمیشہ آہستہ آمین کہتے

تھے اور اس کا حکم دیتے تھے اور زور سے آمین کہنے سے منع کرتے تھے جیسا کہ پہلی فصل میں ذکر کیا گیا اگر جبر کی حدیثیں منسوخ نہیں تھیں تو صحابہ نے عمل کیوں چھوڑ دیا۔ مخفی نہ رہے کہ غیر مقلدوں کے مذکورہ اعتراض نمبر ۳ کا جو مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معقول مدلل و مفصل جواب دیا ہے غیر مقلد نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا یا معلوم جواب دینے سے اسے کیا مجبوری درپیش تھی۔ اب جاء الحق سے غیر مقلدوں کا اعتراض نمبر ۴ اور مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا جواب ملاحظہ ہو، ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ حَتَّى يَسْمَعَهَا أَهْلُ الصَّفَةِ الْأَوَّلِ فَيَرْتَجِعَ بِهَا الْمَسْجِدَ - حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فرماتے تو آمین فرماتے یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے تو مسجد گونج جاتی تھی اس حدیث میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں یہاں تو مسجد گونجنے کا ذکر ہے گونج بغیر شور پیدا نہیں ہوتی۔ جواب اس اعتراض کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے حدیث پوری پیش نہیں کی اولی عبارت چھوڑ دی ہے وہ یہ ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ تَرَكَ النَّاسُ النَّامِينَ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - الخ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ عام صحابہ نے بلند آواز سے آمین چھوڑ دی تھی جس پر سیدنا ابوہریرہ یہ شکایت فرما رہے ہیں اور صحابہ کا کسی حدیث پر عمل چھوڑ دینا اس حدیث کے نسخ کی دلیل ہے یہ حدیث تو ہماری تائید کرتی ہے نہ کہ تمہاری دوسرے یہ کہ اگر یہ حدیث صحیح مان بھی لیں جائے تو عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے اور جو حدیث عقل و مشاہدہ کے خلاف ہے وہ قابل عمل نہیں خصوصاً جب کہ تمام احادیث مشہورہ اور آیات قرآنیہ کے بھی خلاف ہو کیونکہ اس حدیث میں مسجد گونج جانے کا ذکر ہے حالانکہ گنبد والی مسجد میں گونج پیدا ہوتی ہے نہ کہ چھپر والی مسجد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد آپ کے زمانہ میں معمولی چھپر والی تھی وہاں گونج پیدا ہونے کیسے سکتی تھی آج کوئی غیر مقلد صاحب چھپر والے گھر میں شور مچا کر گونج پیدا کر کے دیکھائے۔ انشاء



اللہ چیختے چیختے مرجائیں مگر گونج نہ پیدا ہوگی۔ اس اعتراض کے باقی دو جواب ہیں جو اعتراض نمبر ۳ کے ماتحت عرض کیے گئے۔ تیسرے یہ کہ یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہے۔ رب فرماتا ہے: لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔ اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچ نہ کرو۔ اگر صحابہ نے اتنی اونچی آئین کہی کہ مسجد گونج گئی تو ان سب کی آواز حضور کی آواز سے اونچی ہو گئی قرآن کریم کی صریح مخالفت ہوئی جو حدیث مخالف قرآن ہو قابل عمل نہیں۔ مخفی نہ رہے کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہابیوں کے مذکورہ اعتراض کے مدلل و مفصل جواب کا غیر مقلد کوئی جواب نہیں دے سکا یہ احناف کی واضح فتح ہے۔ اب غیر مقلدوں کا اعتراض نمبر ۵ اور مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب ملاحظہ ہو: بخاری شریف میں ہے۔ قَالَ عَطَاءٌ أَمِينٌ دُعَاءَ أَمِّنَ ابْنِ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَرَاءَهُ حَتَّى آتَى الْمَسْجِدَ لِلْحَجَّةِ۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ آئین دعا ہے اور حضرت ابن زبیر اور اس کے پیچھے والوں نے آئین کہی یہاں تک کہ مسجد میں گونج پیدا ہو گئی اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ آئین اتنی چیخ کر کہنا چاہیے کہ مسجد گونج جائے۔

جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا پہلا جملہ ہمارے مطابق ہے کہ آئین دعا ہے اور قرآن کریم فرماتا ہے کہ دعا آہستہ مانگو دیکھو فصل اول دوسرے یہ کہ اس حدیث میں نماز کا ذکر نہیں نہ معلوم کہ خارج نماز یہ تلاوت ہوئی یا نماز میں ظاہر یہ ہے کہ خارج ہوگی تاکہ ان احادیث کے خلاف نہ ہو جو ہم نے پیش کیں۔ تیسرے یہ کہ حدیث عقل و مشاہد کے خلاف ہے کیونکہ کچی اور چھپر والی مسجد میں گونج پیدا نہیں ہو سکتی۔ لہذا واجب التاویل ہے۔ جناب اگر قرآن کی آیت بھی عقل و مشاہدے کے خلاف ہو تو وہ یہاں تاویل واجب ہو جاتی ہے ورنہ کفر لازم آ جاتا ہے آیات صفات کو تشابہ مان کر صرف ایمان لاتے ہیں اس کے ظاہر معنی نہیں کرتے کیونکہ ظاہری معنی عقل شرعی کے خلاف ہے جیسے: يَسْمَعُ اللَّهُ فَوْقَ أَلْبَانِهِمْ۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ فَمَا يَسْمَعُوا تَوَلَّوْا فَنَسَمَ وَجْهَ اللَّهِ۔ تم جدھر پھرو گئے ادھر

ی اللہ کا منہ ہے۔ خدا کے لیے ہاتھ منہ ہونا عقل کے خلاف ہے لہذا یہ آیات واجب التاویل ہیں رب فرماتا ہے: قَوْلًا جَدَّهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ۔ ذوالقرنین نے سورج کو کچھڑ کے چشمے میں ڈوبتے دیکھا۔ سورج کا ڈوبتے وقت آسمان سے اترنا اور کچھڑ میں ڈوبنا خلاف عقل تھا لہذا اس کی تاویل کی جاتی ہے یہ تاویل ہمارے حاشیۃ القرآن میں ملاحظہ کرو۔ جناب حدیث پڑھنا اور ہے حدیث سمجھنا کچھ اور خلاصہ یہ ہے کہ ایسی کوئی حدیث صحیح مرفوع موجود نہیں جس میں نماز میں آئین بالجبر کی تصریح ہو ایسی صحیح حدیث نہ ملی ہے نہ ملے گی وہابیوں کو چاہیے کہ ضد چھوڑیں اور صدق دل سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن پکڑیں کہ یہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ ہے۔ اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق ہمارے حاشیۃ بخاری عربی میں ملاحظہ فرماؤ۔ یاد رہے غیر مقلدوں کے مذکورہ اعتراض کا مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عالمانہ مدلل جواب دیا ہے۔ وہابی صاحب نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا باقی مجبور یوں سے قطع نظر اس صاحب کی ایک مجبوری یہ بھی ہو سکتی ہے کہ قبل ازیں یہ صاحب آئین کے دعا ہونے کا انکاری ہو چکا ہے جب کہ اعتراض کے ضمن میں کبھی گئی روایت میں اس کا واضح طور پر دعا ہونا ثابت ہے واضح رہے کہ اب تک حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مقلدوں کے پانچ اعتراضوں کے معقول مدلل اور مفصل عالمانہ فاضلانہ جوابات دیے ہیں جب کہ غیر مقلد نے ان میں سے ایک کا جواب دیا جس کا حال قارئین نے خود دیکھ لیا۔ اب جاء الحق سے غیر مقلدوں کا اعتراض نمبر ۶ ملاحظہ ہو۔ آہستہ آئین کے متعلق آپ نے جس قدر حدیثیں پیش کی ہیں وہ سب ضعیف ہیں اور ضعیف سے استدلال نہیں کر سکتے (وہی پرانا یاد کیا ہوا سبق) دیکھو وائل بن حجر کی ترمذی والی روایت جو تم نے پیش کی اس کے متعلق امام ترمذی فرماتے ہیں: حَدِيثٌ مُسْنَدٌ أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ شُعْبَةَ فِي هَذَا إِلَى أَنْ وَقَالَ وَخَفِضَ بِهَا صَوْتَهُ وَإِنَّمَا هُوَ مَدْبِهَا صَوْتَهُ۔ آئین کے بارے میں سفیان کی حدیث زیادہ صحیح ہے شعبہ کی حدیث سے شعبہ یہاں کہتے ہیں خفض یعنی



حضور نے پست آواز سے کہا حالانکہ مد ہے یعنی آواز کھینچ کر آمین فرمائی۔ جواب شکر ہے کہ آپ مقلد تو ہوئے امام ابوحنیفہ کے نہ سبھی امام ترمذی کے سبھی کہ ہر جرح آنکھ بند کر کے قبول کر لیتے ہیں۔ جناب اس حدیث کے ضعف کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ آپ کے خلاف ہے اگر آپ کے حق میں ہوتی تو آنکھ بند کر کے مان لیتے آپ کے سوال کے چند جواب ہیں:

- ۱- ایک یہ کہ ہم نے آہستہ آمین کی چھبیس سندیں پیش کیں کیا سب سندیں ضعیف ہیں اور سب میں شعبہ راوی آرہے ہیں اور شعبہ ہر جگہ غلطی کر رہے ہوں یہ ناممکن ہے۔
- ۲- دوسرے یہ کہ اگر یہ چھبیس اسنادیں ساری کی ساری ضعیف بھی ہوں جب بھی سب مل کر قوی ہو گئیں جیسا کہ ہم مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں۔
- ۳- تیسرے یہ کہ شعبہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بعد اسناد میں شامل ہوئے جن سے یہ حدیث ضعیف ہوئی امام صاحب کو یہی حدیث بالکل صحیح ملی تھی بعد کا ضعف پہلے والوں کو مسخر نہیں۔
- ۴- چوتھے یہ کہ اگر پہلے ہی سے یہ حدیث ضعیف تھی جب بھی امام اعظم سراج الامت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول فرما لینے سے قوی ہو گئی۔ جیسا کہ ہم مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں۔
- ۵- پانچویں یہ کہ چونکہ اس حدیث پر عام امت مسلمہ نے عمل کر لیا ہے لہذا حدیث کا ضعف جاتا رہا اور حدیث قوی ہو گئی۔ جیسا کہ ہم مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں۔
- ۶- یہ کہ اس حدیث کی قرآن کریم تائید کر رہا ہے اور بلند آواز کی حدیث قرآن کے خلاف ہے لہذا آہستہ کی حدیث قرآن کی تائید کی وجہ سے قوی ہو گئی جیسا کہ ہم مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں۔

۷- ساتویں یہ کہ اس حدیث کی قیاس شرعی تائید کر رہا ہے اور بلند آواز کی حدیث قیاس شرعی کے اور عقل شرعی کے خلاف ہے لہذا آہستہ آمین کی حدیث قوی ہے اور بلند آواز کی حدیث ناقابل عمل غرض کہ آہستہ آمین کی حدیث بہت قوی ہے اس پر عمل

چاہیے۔

اس پر غیر مقلد صاحب کا پہلا اعتراض اگر ۲۶ اسناد سے مفتی صاحب کی مراد واکل بن حجر کی ہیں تو یہ مفتی صاحب کا خالص مغالطہ اور صریحاً کذب بیانی ہے اس قدر اسناد تو کجا فریق ثانی حضرت شعبہ کا ہمیں متابع دیکھا دیں ہم کسی دوسری علیحدہ سند کا مطالبہ نہیں کرتے۔

ثانیاً۔ اگر ۲۶ اسناد سے یہ مراد ہے کہ مفتی صاحب نے کل دلائل اخفاء آمین پر اتنی روایات پیش کی ہیں تو بھی غلط بیانی ہے۔ الجواب بعون الوہاب وهو موفق للصواب۔ اولاً مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ دعویٰ ہی نہیں کیا کہ حضرت شعبہ کی چھبیس اسنادیں ہیں تو پھر وہابی کا ان کی ذمہ مغالطہ اور کذب لگانا خلاف انسانیت ہے۔

ثانیاً: اس میں کوئی ابہام ہے ہی نہیں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ نمبر سے ظاہر ہے کہ چھبیس اسناد سے مراد روایات کی مختلف اسناد ہیں۔ راویوں اور ان محدثین کے اعتبار سے جنہوں نے اپنی کتب میں روایت کیں۔ رہا یہ مطالبہ کہ امام شعبہ کا متابع دکھاؤ تو شعبہ کا متابع حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ غیر مقلد کا دوسرا اعتراض صحیح احادیث کے بالمقابل ضعیف سند سے جس قدر بھی روایات ہوں وہ قابل اعتبار اور لائق عمل نہیں ہوتی۔ چنانچہ ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں: **إِنَّ الْعَمَلُ بِالْحَدِيثِ الضَّعِيفِ مُحْتَكَأٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ مُخَالَفًا لِلْحَدِيثِ الصَّحِيحِ**۔ یعنی ضعیف حدیث پر عمل کرنا تب جائز ہے جب صحیح کے خلاف نہ ہو۔

الجواب اولاً: ملا علی قاری علیہ رحمۃ الہاری کی مذکورہ عبارت ہمارے خلاف نہیں خود وہابیوں کے خلاف ہے کیونکہ جب کوئی صحیح حدیث بھی وہابی دھرم کے خلاف ہو تو اسے خلاف بھرم جان کر ضعیف و موضوع کہے کر چھوڑ دیتے ہیں۔

ثانیاً: غیر مقلد کی تحریر سے معلوم ہوا کہ یہ صاحب بزرگ خود آمین آہستہ پر احناف کی پیش کردہ تمام احادیث کو ضعیف جانتا ہے اور اپنے مذہب کی روایتوں کو صحیح ہم



بفضلہ تعالیٰ وہابی جی کی آنکھیں کھولنے اور اس کا زعم بے بنیاد ثابت کرنے کو اختلاف کے موقف کی احادیث کی صحت سے بیان کر دیتے ہیں۔

### آئین آہستہ کے ثبوت پر احادیث کی صحت کا بیان

اقول: علامہ نبوی نے اپنی آچار السنن میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث دو سندوں سے نقل کی ابو داؤد اور دارقطنی ابو داؤد کی سند کے متعلق فرمایا: **إِسْنَادُهُ صَالِحٌ** یعنی اس کی اسناد درست ہے اور دارقطنی کی سند کو فرمایا: **قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ سَمُرَةَ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ** یعنی امام ترمذی ابو عیسیٰ نے فرمایا کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی سند صحیح ہے یعنی اس حدیث کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں دو جگہ سکتے فرماتے:

**اَوَّلُ** - ایک سورہ فاتحہ شروع کرنے سے پہلے (یعنی ثناء، تعوذ اور تسبیح کے لیے) اور دوسرا **وَلَا الضَّالِّينَ** کے بعد (اور وہ آئین آہستہ کہنے پر ہوتا)

**دوم** - اسی میں علامہ نبوی ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کی روایت مصنف عبد الرزاق سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: **وَأِسْنَادُهُ صَحِيحٌ**۔ اس روایت کی اسناد صحیح ہے۔ اس روایت میں ہے کہ امام پانچ چیزیں آہستہ کہے ان میں آئین کا بھی ذکر فرمایا۔

حضور نے سورہ فاتحہ کے بعد آئین آہستہ کہی

**سوم** - محدث طبرانی اپنی طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۳۷ پر نقل فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ الْمُقَاتِلِ ثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُبَيْسٍ يُحَدِّثُ عَنْ وَائِلِ بْنِ الْحَضَرَمِيِّ أَنَّهُ صَلَّى خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَالَ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ أَمِينَ فَأَخْفَى بِهَا صَوْتَهُ۔

یعنی شعبہ کی سند سے حضرت وائل ابن حجر حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی جب **وَلَا الضَّالِّينَ** فرمائی تو آئین فرمائی تو آواز مبارک کو آہستہ رکھا۔ اسی کے تحت حاشیہ پر

ہے کہ:  
**رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَصَحَّحَهُ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَوَافَقَهُ الدَّهْلِيُّ وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ الطَّبَّالِيُّ فِي مُسْنَدِهِ وَمِنْ طَرِيقِهِ النَّبَهِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ۔**

اسے حاکم نے روایت کیا اور اسے صحیح کہا شیخین کی شرط پر اور علامہ ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی اور اسے روایت کیا ابو داؤد و طیالسی نے اور اسی کے طریق سے امام تہذیبی نے اسے حضرت شعبہ سے روایت کیا اس نے سلمہ سے۔ اب اس سے فریق ثانی کی تشفی و تسلی ہو جانی چاہیے جو کہ امام شعبہ کی روایت کو ضعیف کہے رہا ہے۔

**چہارم** - مصنف ابن ابی شیبہ کی اضافی جلد ۹ کے مقدمہ پر امین صنف صاحب بیان کرتے ہیں:

وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالْذَاوَرِمِيُّ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ۔ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا أَمِينَ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَقُولُ أَمِينَ وَإِنَّ الْإِمَامَ يَقُولُ أَمِينَ فَمَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

”اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث امام احمد اور نسائی اور دارمی کے نزدیک سند صحیح مروی ہے (جس میں ارشاد ہے) جب امام غیر الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کہے تو تم آئین کہو اس لیے کہ ملائکہ آئین کہتے ہیں جب امام آئین کہے تو جس کی آئین فرشتوں کی آئین کے موافق ہو گئی اس کے سابقہ گنہ بخش دیے جائیں گے۔“

اس پر صاحب مقدمہ لکھتے ہیں:  
**وَقَوْلُهُ إِنَّ الْإِمَامَ يَقُولُ أَمِينَ۔** فِيهِ دَلَالَةٌ ظَاهِرَةٌ عَلَى الْإِخْفَاءِ بِأَمِينٍ وَلَا إِلَا مَا أُخْبِرَ إِلَى بَيَانِ مَا بَفَعَلَهُ الْإِمَامُ۔

”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد میں کہ بے شک امام بھی آئین کہتا



ہے۔ آہستہ آہستہ کہنے پر واضح دلالت ہے ورنہ امام کا فعل بیان کرنے کی حاجت ہی کیا تھی۔

### اب غیر مقلد کا تیسرا اعتراض ملاحظہ ہو

مفتی صاحب نے نہ تو ہمارے اعتراض کو سمجھا ہے اور نہ ہی فن رجال میں غور کیا ہے ہمارا اعتراض یہ ہے کہ اصل روایت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش سے بھی قبل (رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ) کے الفاظ تھے اور امام سلمہ بن کھیل تابعی تک یہ روایت اسی طرح منقول تھی جس میں امام شعبہ کو وہم ہوا ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ (خَفَضَ صَوْتَهُ) کے الفاظ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو صحیح اسناد سے مل گئے تھے اول تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے بریلوی علماء وہ روایت پیش کریں جس میں انہوں نے سلمہ بن کھیل سے (خَفَضَ صَوْتَهُ) کے الفاظ روایت کیے ہیں کیونکہ سلمہ بن کھیل نے ۱۲۳ میں کوفہ میں وفات پائی تھی۔

دوم سلمہ بن کھیل کی وفات ۱۲۳ میں ہوئی اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۵۰ میں وفات پائی۔ جس سے واضح ہے کہ امام صاحب کی حیات میں امام سلمہ بن کھیل سے امام شعبہ نے روایت اخذ کی تھی جس کے بیان کرنے میں انہوں نے غلطی کی ہے۔ (۲۹ نہاد دین الحق ص ۳۹)

الجواب اولاً: ہم نے بفضلہ تعالیٰ حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی صحت و وجہ دلیل القدر محدثوں سے بیان کر دی ہے اب کوئی بشعور غیر مقلد کی بات کہ حضرت شعبہ کی روایت ضعیف ہے قبول کرنے کو تیار نہ ہوگا۔

ثانیاً: غیر مقلد کا کہنا ہے کہ مفتی صاحب نے ہمارا اعتراض سمجھا نہیں وہ اعتراض کیا ہے وہ یہ کہ سلمہ کی اصل روایت میں رفع بھا صوتہ تھا مگر شعبہ کو غلطی ہوئی کہ اس نے رفع کو خفض سے بدل دیا یہ وہی راہضیوں والی بات ہوئی کہ حضرت عثمان کی بکری نے قرآن سے اہل بیت کی شان والی سورتوں کو کھالیا یعنی وہ بکری اتنی عقل مند تھی کہ اس نے قرآن میں سے پہچان کر اہل بیت کی شان بیان کرنے والی سورتوں کو کھالیا ایسے ہی

امام شعبہ کو اور کہیں غلطی نہ ہوئی اسے یہی غلطی ہوئی کہ وہابیوں کی دلیل رفع کو خفض سے بدل دیا یہ ہے ان بہانہ باز لوگوں کا حال۔

ثالثاً: سب وہابیوں کو چنانچہ ہے کہ وہ ثابت کریں کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آہستہ آہستہ پر شعبہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ اگر یہ ثابت ہی نہ کر سکیں تو پھر امام صاحب کے استدلال میں کیسے ضعف آئے گا۔

### غیر مقلد کا چوتھا اعتراض

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ امام صاحب کو اس حدیث کا مل جانا ثابت کیا جائے۔ ثانیاً: وخفض بھا صوتہ کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ امام کو آہستہ کہنی چاہیے حالانکہ امام صاحب کا موقف ہے کہ امام آہستہ کہے ہی نہ اگر انہیں یہ حدیث بقول مفتی صاحب مل گئی تھی تو اس کی مخالفت ہی کیوں کی؟ (۲۹ نہاد دین الحق ص ۳۹)

الجواب: یہ بات درست نہیں کہ امام صاحب اس کے قائل ہوں کہ امام آہستہ نہ کہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام آہستہ کہے لیکن آہستہ ہم نے پہلے اس پر حوالہ پیش کیا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الآثار میں بیان کیا کہ امام صاحب نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے ان میں آہستہ کا بھی ذکر کیا امام محمد نے اس جگہ کہا کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے۔ اور امام صاحب کے اسی قول پر ہی احناف کا عمل ہے۔

### وہابی صاحب کا پانچواں اعتراض

فریق ثانی پہ لازم ہے کہ یہ ثابت کریں کہ احناف کے علاوہ امت سے اس پر کس کس نے عمل کیا ہے۔

ثانیاً: امت کا تعامل مختلف ہے لہذا تعامل سے ضعف کو دور کرنا مفتی صاحب کو تب مفید تھا جب ائمہ آہستہ پر اجماع امت کے علاوہ تاہمین بالجبر کی صحیح احادیث موجود نہ ہوتیں۔



الجواب اولاً: غیر مقلد کی عبارت سے ظاہر ہے کہ اجماع اُمت احادیث صحیحہ کے خلاف بھی ممکن ہے تب ہی تو اس نے قید لگائی کہ اجماع کے علاوہ تائین بالجہر کی صحیح احادیث موجود نہ ہوتیں۔ حالانکہ احادیث صحیحہ کے خلاف تو اجماع اُمت ممکن ہی نہیں کیونکہ اجماع اُمت نص قرآنی اور حدیث متواترہ کا درجہ رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ اجماع صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے منکر کو علمائے کافر قرار دیا ہے اگر بعد والوں کا اجماع ہے تو اس پر بھی عمل لازم و فرض ہے نیز احادیث صحیحہ غیر منسوخہ کے خلاف عمل کرنا گمراہی پر جمع ہونا ہے جب کہ سب اُمت کا گمراہی پر جمع ہونا از روئے حدیث محال ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

اللہ میری اُمت کو گمراہی پر جمع نہیں کریگا

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْ قَالَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلَى ضَلَالَةٍ وَيَبْدَأُ اللَّهُ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَاءَ شَاءَ إِلَى النَّارِ۔ (ترمذی جلد ثانی ص ۳۹)

تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ میری اُمت کو یا فرمایا اُمت محمد کو گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا اور اللہ کا دست (قدرت و حمایت) جماعت پر ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں جدا کیا۔

ثانیاً: وہابی صاحب کا قول کہ فریق ثانی پہ لازم ہے کہ ثابت کریں احناف کے علاوہ کس کس نے اس پر عمل کیا ہے۔ اس کا جواب ہے کہ جب عمر فاروق علی المرتضیٰ ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے باواز بلند آئین نہ پڑھنا ثابت ہے اور یہ حضرات صحابہ علیہم الرضوان کے آئمہ خطباء تھے تو صحابہ کا ان کے آئین آہستہ پڑھنے پر سکوت فرمانا یہ اجماع صحابہ کو ثابت کرتا ہے۔

ثالثاً: نام نہاد دین الحق کے مصنف نے آئین بالجہر پر آثار صحابہ کا عنوان قائم کیا لیکن دلیل کو کسی ایک صحابی کا ارشاد نہ ملا صرف تابعی کا قول پیش کیا۔ حقیقتاً اس کا آخر حصہ

بھی غیر مقلدوں کے مذہب کے خلاف ہے اس لیے فقہائے احناف نے اس سے آئین خفی پر استدلال کیا ہے کیونکہ اس میں ہے کہ آئین دُعا ہے اور دُعا میں اصل از روئے شرع اخفاء ہے۔ لہذا اگر آہستہ آئین پر صحابہ کرام کا اجماع نہ ہوتا تو وہابی صاحب کو آئین جہر پہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار ضرور مل جاتے۔

غیر مقلد کا چھٹا اعتراض

فریق ثانی پہ لازم ہے کہ وہ قرآن سے ہمیں صریحاً دکھائیں کہ آئین کو آہستہ کہنا چاہیے اور یہ کہ شعبہ کی روایت صحیح ہے اور سفیان کی ضعیف ہے۔  
ثانیاً: اگر تائید سے مراد وہی ہے جو آگے آپ نے من گھڑت دلائل دیے ہیں تو ان کی حقیقت آگے آ رہی ہے۔

ثالثاً: جب سفیان ثوری کی روایت صحیح ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمل کر کے دکھا دیا کہ آپ کا خلاف قرآن کہنا غلط بیانی ہے۔ (نام نہاد دین الحق ص ۳۹)  
الجواب اولاً: قرآن میں کوئی امر صریحاً موجود ہو تو اس کا انکاری کافر ٹھہرتا ہے اور اسے معمول پہ بنانا فرض ہوتا ہے جب کہ ہم احناف آئین خفی کے منکر کو اس وجہ سے کافر نہیں کہتے اور نہ ہی اسے فرض کہتے ہیں پھر وہابی صاحب ہم سے قرآنی نص صریح کا مطالبہ کس لیے کرتا ہے۔ یہ اس صاحب کی سیدہ زوری اور احناف کے موقف سے جہالت ہے۔

ثانیاً: مسائل شرعیہ صرف قرآن کے نص صریحہ سے ہی ثابت نہیں ہوتے بلکہ کسی طرح کی دلائل نص قرآنی میں پائی جائے صریحاً یا سیا قایا اشارۃً تو علماء اسلام نے اس سے مسائل شرعیہ ثابت کیے ہیں مگر مقام ضرور مختلف ہو جاتا ہے یعنی جو مقام صراحتہ النص کا ہے وہ اشارہ النص کا نہیں۔ لہذا آئین آہستہ ہونے پر بھی نص میں کسی طرح کی دلالت موجود ہونے سے عمل کا مقتضی ہے۔

ثالثاً: وہابی صاحب کا نص صریح کا مطالبہ کرنا اس کا ثبوت ہے کہ مفتی صاحب کا آیت سے استدلال بے جا نہیں ورنہ وہابی صاحب سرے سے آئین آہستہ کے قرآن



سے ثابت ہونے کا انکار کرتے صریحاً کی شرط نہ لگاتے۔  
 رابعاً: غیر مقلد کا ہم سے حضرت شعبہ کی روایت کی صحت دیکھانے کا مطالبہ تو یہ  
 ہم نے بفضلہ تعالیٰ پہلے ہی پورا کر دیا ہے اب اسے دہرانے کی حاجت نہیں۔  
 خامساً: غیر مقلد کا دعویٰ کہ سفیان ثوری کی روایت صحیح ہے تو رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے عمل کر کے دکھا دیا کہ آپ کا خلاف قرآن کہنا محض غلط ہے۔

جواب: اولاً نجدی صاحبان ویسے تو انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کا علم غیب تو  
 مانتے نہیں مگر اپنا مذہب ثابت کرنے کو حضور کے علم غیب شریف کا بھی اقرار کر لیا کہ  
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا کہ سفیان ثوری آمین بالجبر کو روایت کریں گے تو آپ  
 نے عمل کر کے دکھا دیا اور آپ کو علم تھا کہ احناف آمین بالجبر کو خلاف قرآن کہیں گے۔ تو  
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کر کے دکھا دیا کہ ایسا کہنا محض غلط ہے۔

ثانیاً: اگر آپ کا دعویٰ درست ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل آمین چیخ  
 کر کہنا تھا تو آپ نے نماز کا تمام طریقہ صحابہ کو بیان فرمایا: تم دکھا دو کہ کہیں آپ صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوا جہر و بالنامین۔ آمین کو باواز بلند کہا کرو۔

غیر مقلد کا ساتویں اعتراض کے تحت لکھتے ہیں۔ دین میں قیاس معیار نہیں بلکہ  
 قرآن و حدیث ہے فقہ حنفی میں بھی یہی لکھا ہے کیونکہ دلائل شرعی چار ہیں: قرآن سنت  
 اجماع قیاس لیکن قرآن و سنت کے بالمقابل نہ اجماع ہو سکتا ہے نہ قیاس۔

(نام نہاد دین الحق ص ۳۲۰)

الجواب اولاً: غیر مقلدین کا احناف پر مشہور اعتراض ہے کہ یہ قرآن و حدیث کو  
 چھوڑ کر اور قرآن و حدیث کے خلاف قیاس پر عمل کرتے ہیں مگر نام نہاد دین الحق کے  
 مصنف صاحب نے اپنے ہم مذہبوں کی تردید کر دی کہ فقہ حنفی میں اصل و معیار قرآن و  
 سنت ہی ہے وہ قیاس کو قرآن و سنت کا مقابل نہیں جانتے۔

ثانیاً: غیر مقلد کا کہنا لیکن قرآن و سنت کے بالمقابل نہ اجماع ہو سکتا ہے نہ  
 قیاس۔ جواب اگر لیکن سے آگے کی عبارت احناف کی طرف منسوب ہے تو یہ غلط ہے

کیونکہ قیاس تو فرع ہے وہ اپنی اصل قرآن و سنت اور اجماع کے مقابل نہیں ہو سکتا مگر  
 اجماع امت اصل ہے اور اس کا قرآن و سنت کے مقابل و خلاف منعقد ہونا ممکن ہی  
 نہیں کیونکہ اس کا قرآن و سنت کے بالمقابل و خلاف منعقد ہونا گمراہی ہے جب کہ  
 ازورے حدیث شریف امت کا گمراہی پر جمع ہونا ممکن نہیں۔

ثالثاً: اصل میں وہابی صاحب نے مفتی صاحب کی عبارت کو سمجھے بغیر اعتراض  
 کر دیا مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے کا کہ تمہاری پیش کردہ حدیث قیاس شرعی کے  
 خلاف ہے یہ مطلب نہیں کہ وہ حدیث و قیاس کا آپس میں مقابلہ و معارضہ کر رہے  
 ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ دو حدیثیں ہیں ایک کی بناء پر تم کہتے ہو کہ آمین چیخ کر کہنی  
 چاہیے اور دوسری حدیث ہماری دلیل ہے کہ آمین آہستہ کہنی چاہیے۔ تمہاری پیش کردہ  
 حدیث اس لیے قیاس شرعی کی خلاف ہے کہ آمین دُعا ہے اور دُعا میں اصل ازورے  
 شرع اخفاء ہے لہذا قیاس شرعی کا تقاضا ہے کہ آمین اصل کے خلاف نہ ہو تو مفتی  
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مراد قیاس شرعی سے یہ ہے کہ اس قیاس کی علت نص شرعیہ میں  
 موجود ہے۔

رابعاً: مقابلہ کا اعتراض تو تب کرو جب کہ حدیث صریح الدلالت ہو جب  
 حدیث میں ہی احتمالات ہیں حروف مدا کو کھینچنا وغیرہ تو اصول ہے کہ جب احتمال آ  
 جائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ لہذا آپ کا استدلال ہی باطل ہے۔ اب غیر مقلد  
 کے وہ اعتراض ملاحظہ ہوں جو اس نے ہماری پیش کردہ امام شعبہ کی روایت پر کیے  
 ہیں۔

### پہلا اعتراض

ان الفاظ سے مروی یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ صرف امام شعبہ نے سلمہ بن کھیل  
 سے یہ الفاظ روایت کیے ہیں جس کے نقل کرنے میں امام شعبہ سے بہت غلطیاں ہوئی  
 ہیں جب کہ امام سفیان اور دیگر محدثین نے سلمہ بن کھیل سے یہی روایت کی ہے جس  
 میں مد بھا صوتہ کے الفاظ ہیں اور یہ الفاظ صحیح ہیں۔ محقق محدثین نے امام سفیان اور دیگر



محدثین کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ (نام نہاد دین الحق)  
الجواب اولاً: ہم نے بفضلہ تعالیٰ امام شعبہ کی حدیث کی صحت بیان کر دی جس سے غیر مقلد کا مذکورہ اعتراض غلط ثابت ہوا۔

ثانیاً: ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت سفیان کی روایت مدبھا صوتہ میں احتمالات ہیں لہذا یہ شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صریح الدلائل روایت کے معارض نہیں ہو سکتی۔

ثالثاً: امام شعبہ اور امام سفیان ثوری رضی اللہ عنہما کی روایتوں کے الفاظ مدبھا صوتہ اور خفض مدبھا صوتہ متضاد نہیں کہ دونوں پر بیک وقت عمل نہ ہو سکے اس لیے کہ مدکا معنی ہے کھینچنا تو کھینچنا آہستہ آواز سے بھی ہو سکتا ہے۔

رابعاً: آگے آ رہا ہے کہ امام سفیان ثوری کا عمل آمین جہر پر نہیں بلکہ آہستہ پر ہے جو امام شعبہ کی روایت کی صحت پر واضح دلیل ہے۔

خامساً: یہ دعویٰ صحیح نہیں کہ محدثین نے سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پر ترجیح دی ہے بلکہ ان کو ایک دوسرے پر ترجیح دینے۔ محدثین کرام کے اقوال مختلف ہیں جیسے کہ علامہ نیوی نے اپنی آثار السنن پر تعلیق میں بیان کیا ملاحظہ ہو:

وَمَا مَا قَالُوا تَرْجِيحًا لِحَدِيثِ الرَّفِيعِ عَلَى حَدِيثِ الْخَفِضِ مِنْ أَنَّ الشُّرَاطِيَّ أَخْفَضَ مِنْ شُعْبَةَ لِهَذَا الْقَوْلُ لَيْسَ بِمَجْمَعٍ عَلَيْهِ بَلْ فِي تَرْجِيحِ أَحَدِهِمَا عَلَى الْآخَرِ أَقْوَالٌ۔ (ص ۹۲)

”اور جو بعض رفع کی حدیث کو خفض پر ترجیح کے قائل ہوئے اس وجہ سے کہ سفیان ثوری حفظ میں شعبہ سے زیادہ ہیں تو اس بات پر اجماع نہیں بلکہ ان سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے میں محدثین کے اقوال مختلف ہیں۔“

اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ حضرت سفیان یا حضرت شعبہ میں سے کسی کو ترجیح دینا متفق علیہا نہیں لیکن غیر مقلدوں کا اپنا راجح ہے اگر وہ سفیان ثوری کی روایت کو ترجیح

دینے والے محدثین کو محقق کہہ کر قبول کر لیں اور شعبہ کی روایت کو ارجح کہنے والے محدثین کو غیر محقق کہہ کر رد کر دیں تو کیا کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ وہابیوں کی اپنی گنگا ہے جس طرف چاہیں بہا دیں۔ لیکن انصاف اس کی اجازت نہیں دیتا۔ غیر مقلد صاحب دوسرے اعتراض کے تحت لکھتے ہیں: امام ترمذی نے سنن کے مختلف مقامات پر امام شعبہ کی غلطی واضح کی ہیں۔

الجواب اولاً: امام ترمذی نے امام شعبہ کے متعلق خود اپنی رائے قائم نہیں کی بلکہ انہوں نے امام بخاری کا قول نقل کیا اس میں شعبہ کی غلطیاں یہ ذکر کیں کہ شعبہ نے حجر کو ابو عینس کہا ہے حالانکہ وہ حجر بن عینس ہیں دوسرا یہ کہ علقمہ بن وائل کو سند میں زیادہ کیا اور وہ اس سند میں نہیں۔۔۔ تیسرا انہوں نے مدبھا صوتہ کی بجائے خفض مدبھا صوتہ بیان کیا۔ فقہاء احناف نے امام بخاری کے مذکورہ اعتراض کے کئی جواب مختلف کتب میں دیے ہیں۔ علامہ نیوی اپنی آثار السنن پر تعلیق میں اور مصنف ابن ابی شیبہ کی اضافی جلد نمبر ۹ مقدمہ میں ص ۱۸۹ پر ابن حبان نے کتاب الثقات کے حوالہ سے ان کا قول بیان کیا کہ حجر بن عینس کی دو کنیتیں تھیں ابو عینس اور ابو الحسن لہذا امام شعبہ نے کنیت بیان کرنے میں غلطی نہیں کی کیونکہ یہ ان کی کنیت ہے۔۔۔

ثانیاً: یہ اعتراض کہ امام شعبہ نے علقمہ کو سند میں زیادہ کیا ہے اس کا جواب کتب احناف میں یہ مذکور ہے کہ شعبہ نے زیر بحث حدیث کو علقمہ بن وائل سے بھی سنا اور بلا واسطہ حضرات وائل سے بھی لہذا سند میں کوئی اضافہ نہیں کیا کیونکہ امام شعبہ نے دونوں سے سنا ہے۔

ثالثاً: غیر مقلدوں کو ہمارا مشورہ ہے کہ آنکھوں سے امام بخاری کی تقلید کی عینک اتار کر دیکھیں تو ان کو نظر آئے گا کہ ابو داؤد کی روایت میں امام سفیان سے بھی حجر کی کنیت ابو العینس منقول ہے لہذا یہ غلطی نہیں بلکہ یہی درست ہے کہ حجر کی کنیت ابو العینس بھی ہے نیز اگر امام شعبہ کی غلطی کا شور مچاتے ہو تو امام سفیان کی غلطی بھی مانو۔



رابعاً: امام بخاری کا کہنا کہ امام شعبہ نے نفیض کے الفاظ ذکر کیے ہیں حالانکہ روایت میں مد کے لفظ ہیں۔ اس کا جواب ہے کہ اگر اسے تسلیم کیا بھی جائے تو یہ پہلے عرض کر چکے ہیں مد نفیض کے خلاف نہیں۔

### غیر مقلد کا تیسرا اعتراض

یہ قاعدہ بھی محدثین کے ہاں طے شدہ ہے کہ جب امام شعبہ امام سفیان کی مخالفت کریں تو امام سفیان ثوری کی روایت کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

(۴۱ نہاد دین الحق ص ۳۱۶)

الجواب: ہم نے ابھی بحوالہ بیان کر دیا ہے کہ سفیان ثوری اور امام شعبہ کو آپس کی ترجیح میں محدثین کرام کے اقوال مختلف ہیں لہذا آپ کا مذکورہ قاعدہ یہاں صادق نہیں آتا۔

### دہالی صاحب کا چوتھا اعتراض

تَحْفِظُ بَهَا صَوْنَهُ کے الفاظ روایت کرنے میں امام شعبہ کا کوئی ثقتہ یا ضعیف متابع موجود نہیں جب کہ امام سفیان ثوری کے تابع موجود ہیں ایک علاء بن صالح جیسا کہ امام ترمذی کی عبارت میں گزر چکا ہے دوسرے علی بن صالح جنہوں نے برائے راست سلمہ بن کھیل سے روایت کی ہے اور فَجْهَوُ بِأَمِين کے الفاظ روایت کیے ہیں۔ اور تیسرا محمد بن سلمہ ہے مؤخر الذکر ضعیف ہے لیکن متابعت میں کوئی حرج نہیں الغرض سفیان کے دو ثقتہ اور ایک ضعیف متابع موجود ہے۔ (۴۱ نہاد دین الحق ص ۳۱۷)

الجواب اولاً: ہم نے بفضلہ تعالیٰ پہلے اس کا جواب دیا ہے کہ امام شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت صریح الدلائل ہے جب کہ اس کے برعکس امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں معنی اور حکم دونوں میں اختلافات ہیں اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ جب احتمال آئے استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

ثانیاً: یہ غلط ہے کہ حضرت سفیان کے تین متابع موجود ہیں صحیح یہ ہے کہ ان کے صرف دو ہی متابع ہیں علاء بن صالح اور محمد بن سلمہ اور یہ دونوں ضعیف ہیں علی بن

صالح ان کے متابع نہیں۔ ملاحظہ کو تعلق احسن علی آثار السنن ص ۹۳ دیکھیں۔

### آئین جہر کے راوی سفیان ثوری کا خود اس کے خلاف عمل

ثانیاً: خود امام ثوری کا مذہب آئین آہستہ کہنا ہے۔ حاشیہ العرف الشذی علی الجامع الترمذی آئین کی بحث میں ہے کہ بَانَ مَذْهَبُ سُفْيَانَ إِخْفَاءُ أَمِينٍ مَعَ أَنَّهُ يُسْرَوِي عَنْهُ جَهْرًا۔ بلاشبہ حضرت سفیان کا مذہب آئین آہستہ کہنا ہے بوجہ یکہ وہ اسے جہر پڑھنے کے راوی ہیں۔ امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل ہونے کا یا تو یہ سبب ہے کہ وہ مد بھا صوتہ کا معنی بلند کہنا نہیں مانتے یا ان کے نزدیک آئین بلند کہنا بطور تعلیم تھا بطریقہ مسلوکہ نہیں۔

رابعاً: فریق ثانی کا مذہب آئین کے مسئلہ میں اس لیے بھی ضعیف ہے کہ احناف کے علاوہ آئمہ ثلاثہ میں سے امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ مقتدی آئین جہر نہ کہے اور امام احمد کے متعلق ان سے خفی و جہر کے بلا ترجیح دو روایتیں ہیں اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مذہب امام مالک کے برعکس ہے یعنی امام آئین جہر کہے اور مقتدی کی آئین کے بارے میں ان سے جہر و خفی میں دو روایتیں ہیں مگر ترجیح جہر کی روایت کو ہے۔ ملاحظہ کو رحمة الامتہ فی اختلاف الآئمہ اور المیزان الکبریٰ دیکھیں۔ امام مالک و امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اقوال مختلف وارد ہونے کی وجہ یہی ہے کہ جہر آئین پر جو روایتیں اس کے قائلین پیش کرتے ہیں ان کے معنی و حکم دونوں میں احتمال ہے یعنی یہ بھی احتمال ہے کہ کبھی کبھی بلند آئین کہنا برائے تعلیم تھا یا وہ حضرات دہسی آواز سنتے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بالکل قریب ہوتے۔

یہاں تک بفضلہ تعالیٰ آئین پر بحث پوری ہوئی اب ترک رفع یدین پر بحث کا آغاز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہتا ہوں سب توفیق و قوت اس کے ہاتھ ہے۔ واضح رہے کہ یہ جاء الحق حصہ دوم سے چھٹا باب ہے اس کا عنوان ہے کہ رفع یدین کرنا منع ہے۔ اس کی تمہید میں حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: احناف اہلسنت کے نزدیک رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت دونوں